سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اردو نمبر ۷۵

مرحوم دہلی کالج

نوشتۂ

مولوی عبدالحق صاحب بی اے (علیگ)

معتمد اعزازی انجمن ترقی اُردو

—— :o: ——

مطبوعہ مطبع انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)

سنہ ۱۹۲۳ م

فہرست مضامین

مرحوم دہلی کالج

مرحوم میں اس لیے کہتا ہوں کہ وہ ایک عزیز چیز تھی جسے زمانے کے اتفاقات اور حالات نے عین ایسے وقت میں زندہ دفن کردیا جب کہ اس کے عروج کا وقت آیا تھا اور جب کہ وہ گذشتہ تجربوں سے سبق حاصل کر کے ملک کے لیے تبلیغ علوم و فنون کا بہت بڑا مرکز بن سکتا تھا۔ اس کے ثبوت میں صرف ان ناموں کا گنا دینا کافی ہے جنھوں نے محض اس کالج کے فیض سے ملک میں علم کی روشنی پھیلائی اور علم کی ایسی خدمت کی جو مدتوں یادگار رہے گی۔ اس نے تعلیم کا وہ صحیح طریقہ اختیار کیا تھا جس سے بہتر کوئی اور ہمارے ملک کے حق میں ہو نہیں سکتا۔ اگرچہ اس کے مٹتے ہی یہ طریقہ بھی مٹ گیا لیکن اتنی مدت کے تجربے کے بعد ہماری یونیورسٹیاں رفتہ رفتہ پھر اسی طرف عود کر رہی ہیں اور آخر وہی ڈھنگ اختیار کرنا پڑے گا۔ ایسی حالت میں اسے مرحوم تو کیا شہید بھی کہیں تو بجا ہے۔ کیوں کہ وہ بلا وجہ اور بغیر کسی الزام کے ملکی اور سیاسی مصلحتوں کے بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ دلی کو سیاسی انقلاب نے جہاں اور داغ دیے ان میں سے ایک یہ بھی تھا۔ افسوس اب لوگ اس کا نام بھی بھولتے جاتے ہیں۔ اب میں اس عزیز کی کہانی جہاں تک مجھے نئے پرانے کاغذات اور کتابوں میں

ملی یا اس کے سوگواروں کی زبانی معلوم ہوئی ہے، آپ کو سناتا ہوں اور اس کے کارناموں کی یاد دلاتا ہوں —

تحقیق سے یہ معلوم ہوا ہے کہ اس تعلیم گاہ کی ابتدا سنہ ۱۷۹۲ ع میں ہوئی * لیکن مسٹر ٹامسن وزیٹر † اور ینٹل کالجز ممالک مغربی شمالی اپنی تعلیمی رپوٹ بابت سنہ ۱۸۴۱ - ۴۲ ع میں لکھتے ہیں کہ اورینٹل کالج دہلی کو عالم وجود میں آئے سولہ سال ہوتے ہیں - اس حساب سے اس کی ابتدا کا سنہ ۱۸۲۵ ع ہوتا ہے - لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا، اس لیے کہ گورنمنٹ آف انڈیا کی تعلیمی اور دفتری تحریروں میں اس کے ابتدائے قیام کا سنہ ۱۷۹۲ ہی لکھا ہے - اور ۱۸۳۸ - ۳۹ ع کی تعلیمی رپوٹ میں اس سال کو کالج کا سینتالیسواں سال اور سنہ ۱۸۴۰ ع کی رپوٹ میں چالیسواں سال بتایا ہے - مسٹر ٹامسن نے غالباً اس کے قیام کا شمار اس وقت سے کیا ہے جب اس کی جدید تنظیم ہوئی اور انگریزی جماعت کا اضافہ ہوا - بہر حال اس میں شک نہیں کہ اس کا آغاز سنہ ۱۷۹۲ ع میں ہوا - اور قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بسم‌الله دہلی کی اس خوبصورت اور تاریخی عمارت میں ہوئی جو غازی‌الدین خاں کے مدرسے کے نام سے مشہور ہے اور نواب غازی‌الدین خاں فیروز جنگ ثانی خلف نواب نظام‌الملک آصف جاہ کا بنایا ہوا ہے - مخیر بانی کی نیک نیتی کا پھل ہے کہ اب تک وہاں تعلیم کا فیضان جاری ہے اور اینگلو عربک اسکول جو اب کالج ہوگیا ہے، سالہا سال سے اس کے درس و تدریس کا سلسلہ وہیں قائم ہے

---

* دی بنگال اینڈ آگرہ اینول گائڈ اینڈ گزیٹیر سنہ ۱۸۴۱ ع —

† وزیٹر اس زمانے میں ایسا ہی تھا جیسے آج کل انسپکٹر —

البتہ یہ نہیں کھلتا کہ اس وقت مدرسے کی کیا حالت تھی، تعلیم کیسی ہوتی تھی تعلیم دینے والے کون تھے، دلی میں مقبول تھا یا نہیں۔ غرض اس کے سن سالہ حالات پر بالکل پردہ پڑا ہوا ہے۔ قیاس غالب یہ ہے کہ یہاں بھی مثل دوسرے مدارس کے عربی فارسی کی مروجہ تعلیم ہوتی ہوگی اور وہی رنگ ہوگا جو اُس وقت دوسرے مدرسوں کا تھا۔ کیوں کہ سنہ ۱۸۲۵ ع سے قبل اُن مدارس میں بھی جو سرکاری کہلاتے تھے، مشرقی السنہ و علوم ہی کی تعلیم دی جاتی تھی اور اُن میں وہی پرانا طریقۂ تعلیم، وہی حالات اور وہی رنگ تھا۔ اس کی تصدیق بعض سرکاری تحریروں سے بھی ہوتی ہے خصوصاً ناظم تعلیمات احاطۂ بنگال کے تعلیمی تبصرے سے جس کا خلاصہ ذیل میں دیا جاتا ہے —

سنہ ۱۸۲۳ ع کے اواخر میں مجلس تعلیم عامہ (General Committee of Public Instruction) نے ایک مطبوعہ گشتی چٹھی دہلی، آگرہ اور دوسرے مقامات کی مقامی مجلسوں کے نام جاری کی، جس میں اُن اضلاع کے تعلیمی حالات دریافت کئے گئے تھے۔ نیز یہ بھی دریافت کیا گیا تھا کہ ان مقامات میں توسیع و ترقیء تعلیم کے لئے کیا کیا وسائل اور ذرائع اختیار کئے جاسکتے ہیں۔ اُن کے استفسارات یہ تھے کہ اُن اضلاع کے قصبات و دیہات میں کون کون سے مکتب یا تعلیم گاہیں ہیں۔ اُن میں کس قسم کی تعلیم دی جاتی ہے اور کون کون سی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ اُن میں سے کون کون سے مدارس سرکاری امداد و اعانت کے مستحق معلوم ہوتے ہیں اور اس امداد کی کونسی صورت زیادہ مناسب اور بہتر ہوگی۔ ان سب امور کے بیان کرنے کے بعد یہ اطلاع بھی دی گئی کہ گورنمنٹ کا منشا دلی میں کالج قائم کرنے کا ہے۔ نیز کمیٹی نے یہ خواہش بھی ظاہر کی کہ اگر اُن مقامات میں ایسے اوقات

موجود ہوں جو تعلیمی اغراض کے لئے کام آسکیں تو ان سے بھی مطلع کیا جاے —

دهلی کی مقامی مجلس نے جنوری سنه ۱۸۲۴ ع میں اپنا جواب بھیجا جس میں اُس نے مختلف امور سے بحث کی ہے - اس میں یه بیان کیا گیا ہے که وهاں بہت سے خانگی مدارس موجود هیں اور جیسا که مسلمانوں میں دستور ہے یه کار خیر سمجھه کر قائم کئے گئے تھے - ان مدارس میں عربی فارسی کی تعلیم ہوتی ہے - طالب علموں کا بہت سا وقت قرآن پڑھنے اور حفظ کرنے اور فقه کی تعلیم میں صرف ہوتا ہے - آبادی کے مقابلے میں طالب علموں کی تعداد بہت ہی کم ہے بلکه یه کہنا چاهئے که کچھه نہیں - حاضری بے قاعدہ ہے اور جو تعلیم که ان مدرسوں میں دی جاتی ہے اس سے بہت ہی کم فائدہ پہنچتا ہے —

اس جواب میں اس کا ذکر بھی تھا که کچھه دنوں پہلے یہاں متعدد درسگاهیں حکومت وقت کی طرف سے قائم تھیں لیکن اب وہ نہایت خراب و خسته حالت میں هیں - ان کے مصارف کے لئے جو انتظام تھا وہ سیاسی انقلاب کی وجه سے درهم برهم ہوگیا ہے اور اب اُن رقوم کا پھر حاصل کرنا امکان سے باہر ہے —

دهلی میں سرکاری درسگاہ کے قیام کے متعلق مقامی مجلس نے لکھا که اس کی امداد کے لئے ساڑھے تین ہزار روپے سالانه کی گنجائش نکل سکتی ہے اور کچھه دنوں بعد اس میں اضافه بھی ممکن ہے —

اس مجلس نے یه بھی لکھا که دهلی جیسے آباد شہر میں ایسے اشخاص کی خاصی بڑی تعداد موجود ہے جو کسی زمانے میں بہت مرفه الحال تھے لیکن سیاسی تغیرات کی وجه سے اب نان شبینه کو محتاج هیں مگر اس

پر بھی وہ کسی ادنیٰ پیشے کو اختیار کرنا باعث ننگ و عار سمجھتے ہیں۔ اس لئے اگر مجوزہ کالج قائم ہوگیا تو اس قبیل کے بعض لوگ ضرور اس کی طرف مائل ہوں گے تاکہ تعلیم پاکر عزت سے بسر کرسکیں —

مجلس نےیہ بھی تجویز کیا کہ یہ کالج بلا تاخیر فوراً قائم کردیا جاے اور تعلیم کے لئے مولویوں کا تقرر کیا جاے۔ اور چونکہ یورپی علوم کی تعلیم اس کا خاص مقصد ہوگا لہذا بعض اعلیٰ درجے کی کتابیں جو مشرقی زبانوں سے ترجمہ کی گئی ہوں، اس کالج کے لئے مہیا کی جائیں۔ مجلس نے اس امر کا بھی اظہار کیا کہ اس نئے طریقے کے جاری کرنے میں اس کا بھی لحاظ رکھا جاے کہ طالب علموں کے لئے اس میں ایسی کشش ہو کہ وہ خوشی خوشی اس تعلیم کو حاصل کریں اور وہ کشش ملازمت کی توقع ہوسکتی ہے —

مجلس نے اپنے جواب کو بہت ہی پرجوش الفاظ پر ختم کیا ہے جن سے دلی کی محبت ٹپکتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں —

"جب آپ کی کمیٹی کے ارکان اس ملک کے گزشتہ عہد کے عروج اور شان و شوکت کو یاد کریں گے جب کہ دلی اس عظیم الشان اور وسیع سلطنت کا شاندار دارالخلافہ تھی، جو علوم و فنون کی سر پرستی اور ہنر پروری کے لئے چار دانگ عالم میں مشہور تھی اور اس کے زرخیز و خوش حال خطوں کے فرزند علم کے شوق میں اس مشرقی علوم کے گہوارے میں جوق جوق آتے تھے اور جہاں ایسے ایسے شاعر اور حکیم پیدا ہوے ہیں جن کے نام اب تک تاریخ کے صفحات پر یادگار ہیں۔

اور پھر جب آپ کے ارکان اُن بیشمار تعلیم گاھوں کے
کھنڈروں کا خیال کریں گے جو اُن شاھانہ فیاضیوں کے
آثار ھیں جو علم کی اشاعت و ترقی کے لئیے وقف تھیں
اور اب خراب و خستہ اور شکستہ حال ھیں - اور جب
وہ گزشتہ عہد کی اُن مقدس علمی یادگاروں کو دیکھیں
گے جن پر اب ویرانی و بیکسی برستی ھے اور کوئی ان
کا پرسان حال نہیں تو ھمیں یقین ھے کہ آپ کے ارکان کے
دلوں میں دلی کی ھمدردی کا جوش پیدا ھوگا اور
آپ ' جن کے ھاتھوں میں رعایا کی دماغی ترقی و اصلاح
کا کام تفویض کیا گیا ھے ' ضرور دلی کے لیے اس
عطیے کا ایک حصہ مخصوص کردیں گے جو گورنمنٹ نے اس
غرض کے لیے منظور کیا ھے " —

جس عطیے کی طرف اوپر کی تحریر میں اشارہ کیا گیا ھے یہ وہ رقم تھی جو جنرل کمیٹی کی تفتیش حالات تعلیم کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کے نظما کی سفارش پر پارلیمینٹ نے ھندوستان کی تعلیم کے لیے سنہ ۱۸۲۴ ع میں منظور کی تھی - اس کی کل مقدار ایک لاکھ روپیہ تھی —

غرض اس مجوزہ کالج کا افتتاح سنہ ۱۸۲۵ ع میں ھوا اور اُس " شاھانہ عطیے " میں سے اس کالج کے لیے پانسو روپیہ ماھانہ مقرر کیے گئے - مسٹر جے - ایچ ٹیلر مقامی مجلس کے سکریٹری ایک سو پچھتر روپیہ ماھانہ پر اس کے پرنسپل مقرر ھوے - ھیڈ مولوی کی تنخواہ ایک سو بیس روپیہ قرار پائی اور دو اور مولوی پچاس پچاس کے رکھے گئے ' باقی پچیس پچیس اور تیس تیس کے تھے ' طلبہ کے لیے بھی وظائف مقرر ھوئے سالانہ رپوٹیں باقاعدہ مجلس تعلیم عامہ کی خدمت میں بھیجی جاتی تھیں جن میں

مولویوں کے عزل و نصب ' سالانہ امتحانات کے نتائج اور دوسرے امور متعلق کالج درج ہوتے تھے —

انگریزی زبان کی تعلیم کی ابتدا

سنہ ۱۸۲۸ ع میں جب سر چارلس مٹکاف برٹش ریذیڈنٹ کمشنر کی سفارش پر کالج میں ایک انگریزی جماعت کا اضافہ ہوا تو اوکل فنڈ کی تعلیمی بہبت سے دو سو پچاس روپے * اور کالج کے لیے منظور کیے گئے —

اس بدعت سے لوگوں میں بڑی بے چینی پھیلی اور ہندو مسلمان دونوں نے اس کی مخالفت کی - دیندار بزرگوں کا یہ خیال تھا کہ یہ ہمارے نوجوانوں کے مذہب بگاڑنے اور اندر ہی اندر عیسائی مذہب کے پھیلانے کی ترکیب ہے - یہی مشکل بنگال میں بھی پیش آئی تھی ' لیکن وہاں راجہ موہن رائے جیسا روشن خیال اور زبردست رہنما موجود تھا ' وہاں یہ آندھی اُٹھی تو سہی مگر چند ہی روز میں بیٹھ گئی - وہاں مخالفت برہمنوں سے شروع ہوئی تھی تو یہاں مسلمان پیش پیش تھے - یہ بدگمانی کچھ زیادہ بیجا بھی نہ تھی - بات یہ ہے کہ ابتدا میں جب لڑکے انگریزی مدرسوں میں داخل ہوئے اور انھوں نے وہاں نئی نئی چیزیں دیکھیں اور پڑھیں تو وہ اس قسم کی واہی تباہی باتیں کرنے لگے جس سے پرانے خیال کے لوگوں کو خواہ مخواہ بدگمانی کا موقع ملا - یہ بھی ایک وجہ ہے (جیسا کہ آگے چل کے معلوم ہوگا) کہ مسلمان طلبہ کی تعداد انگریزی شعبے میں

---

* مسٹر ٹامس فشر (searcher of Records) نے جو یاد داشت سنہ ۱۸۲۸ ع میں ایسٹ انڈیا ہوس میں مرتب کی تھی اس میں تحریر ہے کہ دہلی کالج کے لیے چھ سو روپے ماہانہ تعلیمی فنڈ سے اور دوسو پچاس روپے ماہانہ دہلی کے فنڈ سے منظور کئے گئے اور دہلی مدرسہ کے لیے سات سو روپے ماہانہ اور اس کے علاوہ ڈیڑھ سو روپے ماہانہ مسٹر ٹیلر کا الونس منظور کیا گیا جو اس کے مہتمم مقرر ہوئے —

اکثر کم رہی - مولانا حالی نے ایک موقع پر اس کا اشارہ کیا ہے جس سے اس وقت کے خیالات کا اندازہ ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ

" اگرچہ اِس وقت قدیم دہلی کالج خوب رونق پرتہا مگر جس سوسائٹی میں میں نے نشو و نما پائی تہی وہاں علم صرف عربی اور فارسی زبان پر سمجہا جاتا تہا - انگریزی تعلیم کا خاص کر قصبۂ پانی پت میں اول تو کہیں ذکر ہی سننے میں نہیں آتا تہا اور اس کی نسبت لوگوں کا کچھہ خیال تہا تو صرف اس قدر کہ سرکاری نوکری کا ایک ذریعہ ہے نہ یہ کہ اس سے کوئی علم حاصل ہوتا ہے - بلکہ برخلاف اس کے انگریزی مدرسوں کو ہمارے علما مجہلے کہتے تہے - دلی پہنچ کر جس مدرسے میں مجھہ کو شب روز رہنا پڑا وہاں سب مدرس اور طلبہ کالج کے تعلیم یافتہ لوگوں کو محض جاہل سمجھتے تہے - غرض کبہی بہول کر بہی انگریزی تعلیم کا خیال دل میں نہ گزرتا تہا - ڈیڑہ برس دہلی میں رہنا ہوا اس عرصے میں کبہی کالج کو جاکر آنکھہ سے نہ دیکھا اور نہ اُن لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا جو اس کالج میں تعلیم پاتے تہے "

مگر رفتہ رفتہ یہ تعصب کم ہوتا گیا - زمانہ ایسی چیزوں کی اصلاح خود کر دیتا ہے - اگر چہ بعد میں بعض واقعات ایسے پیش آے کہ لوگوں کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ ان کی بدگمانی بیجا نہ تہی —

نواب اعتماد الدولہ کا وقف

سنہ ۱۸۲۹ ع کی رپوٹ * غیر معمولی طور پر دلچسپ ہے - ایک بات تو قابل ذکر یہ ہے کہ ایک اعزازی جماعت ایسی بنائی گئی جس نے طلبہ میں خاص جوش اور شوق پیدا کردیا - دوسری چیز کتب خانے کی توسیع ہے اور ان کے علاوہ سب سے بڑہ کر قابل ذکر اور لائق ستائش بادشاہ اودہ کے وزیر کا فیاضانہ عطیہ اور وقف ہے جس کا مختصر واقعہ یہ ہے —

---

* تبصرہ تعلیم عامہ احاطہ بنگال نوشتہ مسٹر جے - کر بابت سنہ ۱۸۳۵ ع تا سنہ ۵۱ ع (حصہ دوم - باب ۹)

نواب اعتمادالدولہ سید فضل علی خاں بہادر وزیر بادشاہ اودھ نے دھلی کے رزیڈنٹ سے یہ خواھش ظاھر کی کہ وہ ایک لاکھ ستر ھزار کی رقم اس غرض سے گورمنٹ کے حوالے کرنا چاھتے ھیں کہ اس کی آمدنی سے دھلی میں مسلمان نوجوانوں کی تعلیم کے واسطے ایک درس گاہ قائم کی جاے اس کی صورت وقف کی ھوگی اور یہ رقم گورمنٹ کے پانچ فیصدی والے قرضے میں لگا ی جاے —

گورمنٹ نے اس فیاضانہ عطیے کو نہایت شکریے کے ساتھہ قبول کیا مگر جنرل کمیٹی تعلیم عامہ کے مشورے کے بعد نواب صاحب کو جو راے دی وہ رزیڈنٹ دھلی کی حسب ذیل تحریر میں مندرج ھے —

"اس خیال سے کہ پانسو روپے ماھوار مقصد پیش نظر کی تکمیل کے واسطے کافی نہیں ھیں لاٹ صاحب دوستانہ مشورہ دیتے ھیں کہ مذکورۂ بالا مقصد کے لئے جو رقم آپ خرچ کرنا چاھتے ھیں اگر اسے اس رقم میں شامل کرلیا جائے جو گورمنٹ نے شہر دھلی میں اپنے کالج کے واسطے مقرر کی ھے اور یہ دونوں رقمیں مل کر موجودہ کالج پر خرچ ھوں تو لوگوں کو متوقع نفع حاصل ھو گا اگر آپ اس تجویز کو منظور فرمالیں گے تو آپ گورمنٹ کالج کے معاملات کے مہتمم یا افسر سمجھے جائیں گے اور پروفیسروں اور طلبہ کا تقرر آپ کے نام سے ھوگا ۔"

نواب صاحب نے اسے منظور فرمایا اور سنہ ۱۸۳۰ ع میں جو وصیت نامہ نواب صاحب نے اس کے متعلق تحریر فرمایا اس میں یہ الفاظ درج ھیں —

"............ میں ایک لاکھ ستر ہزار کی رقم
نیک نیتی سے اس کالج کی امداد کے واسطے برٹش
گورمنٹ کی تحویل میں چھوڑتا ہوں جو نواب
غازی الدین خاں مرحوم نے میرے وطن دہلی میں عربی
و فارسی علوم کی ترقی و تعلیم کے واسطے قائم کیا تھا
جو میرے مذہبی علوم ہیں اور اخلاق کے سر چشمہ ہیں
اور میں وصیت کرتا ہوں کہ رقم موقوفہ کا منافع ان
علوم کے طلبہ اور اساتذہ پر خرچ کیا جائے"

اس وصیت نامے میں انہوں نے اپنے داماد سید حامد علی خان کو ان شرائط کا نگران بنایا تھا کہ اگر گورمنٹ کی طرف سے بوجہ کثرت مشاغل یا دیگر غیر متوقع اسباب کی وجہ سے تساہل واقع ہو تو وہ گورمنٹ کو اس طرف توجہ دلائیں اور بصورت ناکامی گورمنٹ سے ایک جداگانہ کالج قائم کرنے کی درخواست کریں* —

سنہ ۱۸۳۰ ع میں نواب صاحب کا انتقال ہوگیا - مگر افسوس کہ حسب وعدہ نہ پروفیسروں اور طلبہ کا تقرر ان کے نام سے ہوا نہ وظائف ان کے نام سے دئے گئے نہ کسی قسم کی کوئی یادگار کالج میں ان کی قائم کی گئی - البتہ اتنا ضرور ہوا کہ اس رقم سے کالج کی آمدنی میں اضافہ ہوگیا - نواب حامد علی خاں نے اس رقم کے بیجا صرف ہونے کی طرف بارہا توجہ دلائی اور اہل دہلی نے اس رقم سے علحدہ کالج بنانے کی بھی درخواست کی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا سوائے اس کے کہ نواب حامد علی خان بھی کالج کمیٹی کے

---

* کانفرنس گزٹ علی گڑھ ۱۵ - نومبر سنہ ۱۹۳۰ ع ترجمہ مضمون مسٹر سہال ؟

ممبر بناڈئے گئے - آخر جہاں یہ جانہار کالج گیا وہیں یہ عطیہ بھی گیا اور کوئی نہیں جانتا کہ اس کا کیا حشر ہوا —

کالج کی ترقی کا سال

اس سال کی رپوٹ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سال کالج کے بڑے عروج کا زمانہ تھا - امتحان کی کامیابی پر عام طور سے بڑی تعریف و تحسین ہوئی - سکرٹری صاحب اپنی رپوٹ میں لکھتے ہیں کہ جس قدر انعام ہم نے رکھے تھے اس سے زیادہ دینے پڑے اس لئے کہ طلبہ کی استعداد ایسی عمدہ اور ان کے جوابات ایسے کامل تھے کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دینی مشکل تھی - بہت سے دیسی شرفا جو امتحان کے وقت موجود تھے ' اپنے شہر کے ہونہار بچوں کی لیاقت دیکھہ کر خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے —

انگریزی جماعت کی علحدگی

غالباً اسی زمانے میں لوگوں کی مخالفت اور شور و غوغا کی وجہ سے انگریزی جماعت مشرقی مدرسہ سے علحدہ کردی گئی - لیکن یہ علحدگی برائے نام تھی ' پرنسپل دونوں کے ایک ہی تھے اور نگراں کمیٹی بھی ایک ہی تھی —

اگر چہ ابتدا میں انگریزی جماعت کے قیام کی بہت کچھہ مخالفت ہوئی مگر تین ہی سال میں (یعنی سنہ ۱۹۳۱ ع میں) انگریزی پڑھنے والوں کی تعداد تین سو * تک پہنچ گئی - یہ زمانے کی ہوا تھی —

اس زمانے کی دلی

یہ وہ زمانہ تھا کہ انگریز ملک کے اندرونی خرخشوں سے نچنت ہوگئے تھے - بنگالہ مدت ہوئی ان کے قبضے

---

* ذکاءاللہ آف دہلی مصنفہ سی - ایف انڈریوز - غالباً یہ تعداد پورے کالج کی تھی جس میں شعبۂ مشرقی اور انگریزی کے کل طلبہ شریک تھے جس کی تصدیق آیندہ اوراق سے ہوگی —

میں آچکا تھا ۔ جنوب میں مرہٹوں اور خاص کر ٹیپو سلطان کا کھٹکا تھا سو وہ کانٹا بھی نکل گیا تھا ۔ ملک میں امن و امان تھا اور یہ امن خاص کر دلی شہر میں جو ایک مدت سے ارضی و سماوی آفات کا آماجگاہ بنا ہوا تھا ' اور بھی اجاگر نظر آتا تھا ۔ چیزیں سستی تھیں ' روپے کی کمی نہ تھی ' حرفت و صنعت فروغ پر تھی ' لوگ خوش حال اور زندہ دل تھے ۔ شہر فصیل کے اندر کھچا کھچ بھرا ہوا تھا ' ہر طرف چہل پہل نظر آتی تھی ' خاص کر چاندنی چوک میں جس کے بیچوں بیچ نہر بہتی تھی وہ رونق تھی کہ نظر لگتی تھی ۔ ہندو مسلمان بھائی بھائی کی طرح ایسی صلح و آشتی سے رہتے تھے کہ آج کل اس کا یقین کرنا مشکل ہے ۔ ایک دوسرے کی غمی شادی اور تیوہاروں میں بے تکلف شریک ہوتے اور کسی قسم کی غیریت نہیں برتتے تھے ۔ بادشاہ اگرچہ نام کے بادشاہ تھے لیکن کیا ہندو کیا مسلمان سب ان سے محبت کرتے اور ان پر جان فدا کرتے تھے ۔ بادشاہ کا برتاؤ بھی دونوں سے یکساں تھا ۔ چنانچہ مسٹر ٹیلر پرنسپل دهلی کالج اپنی ایک رپوٹ میں لکھتے ہیں کہ قلعۂ معلیٰ میں عجیب ماجرا تھا کہ وہاں مسلمانوں کے ساتھ اگر چہ قدرتاً ہمدردی تھی لیکن اس کے باوجود جتنے ملازمین شاہی تھے (ایسی خدمات پر جہاں فارسی اردو کی ضرورت رات دن پڑتی تھی) سب کے سب ہندو تھے ۔ اگر چہ تعلیم آج کل کی طرح عام نہ تھی لیکن تہذیب اور ذوق جو تعلیم کی غایت ہے وہ عام طور پر پایا جاتا تھا ' یہاں تک کہ ان پڑھ بھی اہل ذوق کی فیض صحبت سے صاحب ذوق نظر آتے تھے ۔ خوش اطواری اور سلیقہ دلی کا جوہر تھا ۔ زبان کی تو ٹکسال ہی تھی جس نے دلی نہیں دیکھی یا جو دلی میں

نہیں رہا وہ زباندان ہی نہیں، گویا جامع مسجد کی سیڑھیاں اہلِ زبان کا دبستان تھیں - شاعری کا گھر گھر چرچا تھا، خود بادشاہ شاعر تھے، شعر و سخن کے قدردان تھے - قلعہ معلیٰ کی زبان فصاحت کی جان تھی —

یہ خوش حالی اور زندہ دلی جو بظاہر نظر آتی تھی، اس کی بنیاد کھوکھلی ہو چکی تھی، تساہل اور غفلت جو اعمال کا نتیجہ ہیں اپنا کام کرچکے تھے - یہ ساری چہل پہل عادتاً اور روایتاً ہوتی چلی آتی تھی اور کسی اصل کی نقل معلوم ہوتی تھی - ایسے وقت میں زمانے کا رنگ پہچاننا بہت مشکل ہوتا ہے اور پہچانتے کیونکر سب پر ایک ہی رنگ چھایا ہوا تھا اور وہ ایسا رچ پچ گیا تھا کہ اس کا نکلنا آسان نہ تھا - دلی والوں میں دو بڑے عیب تھے اور شاید اب بھی ہیں ایک تو وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے اور دوسرے کسی نئی چیز کے آسانی سے قائل نہیں ہوتے - ایسی عادت کا ہونا لازمی اور قدرتی تھا کیونکہ ان کا شہر وہ تھا جو صدہا سال سے تہذیب و شایستگی اور علوم و فنون کا مرکز تھا، جہاں کی ہر بات دوسروں کے لیے نمونہ اور قابل تقلید تھی، وہ دوسروں کے کیونکر قائل ہوتے - یہ سب کچھ سہی، لیکن اس زمانے کی ایک یادگار نہایت قابل قدر ہے - وہ اردو زبان کی ترقی ہے - اس زمانے میں اور اس کے بعد ایسے ایسے صاحب کمال گزرے ہیں کہ اردو ادب کی تاریخ میں ان کے نام خصوصیت کے ساتھ ذکر کئے جائیں گے اور ان کا کلام ہمیشہ ذوق شوق کے ساتھ پڑھا جائے گا - یہ زمانہ ابتدائی ترقی کا تھا اور اس وقت سے ایسی بنیاد پڑی کہ یہ زبان آگے ہی بڑھتی گئی - یہ سب کچھ فارسی کا طفیل تھا - کئی صدی سے فارسی کی تعلیم کا رواج عام طور پر چلا آرہا تھا یہ کسی ایک مقام سے مخصوص نہ تھا بلکہ بنگال، بہار، دوآبہ، پنجاب، گجرات، دکن، مدراس

سب جگہہ اس کا تسلط ہوگیا تھا - ہمارے اخلاق و آداب ' طور طریقے ' نشست برخاست ' طرز کلام وغیرہ پر فارسی کا اثر صاف نظر آتا تھا - اور یہ کچھہ مسلمانوں ہی پر موقوف نہ تھا ' ہندو مسلمان سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے - بات بات میں فارسی امثال اور جملے ' سعدی و حافظ ' رومی و جامی یا خسرو کے اشعار بے ساختہ زبان سے نکل جاتے تھے - گلستان بوستان ' دیوان حافظ ' یوسف زلیخا ' سکندر نامہ اور شاہنامے کا پڑھنا قومی شعار ہوگیا تھا - مدرسوں ہی میں نہیں ' ہر گھر میں یہ کتابیں نظر آتی تھیں - اُس وقت کے کسی ہندو مصنف کی کتاب اُٹھا کر دیکھئے ' وہی طرز تحریر ہے اور وہی اسلوب بیان ہے - ابتدا میں بسم‌اللہ لکھتا ہے ' حمد و نعت و منقبت سے شروع کرتا ہے ' شرعی اصطلا حات تو کیا حدیث و نص قرآن تک بے تکلف لکھہ جاتا ہے - ان کتابوں کے مطالعہ سے کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتا کہ یہ کسی مسلمان کی لکھی ہوی نہیں - قومی یکا نگت میں تہذیب و ذوق کی یکسا نی کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے —

جب فارسی اس طرح چھا گئی تھی تو بول چال کی عام زبان اس سے کس طرح بچ سکتی تھی - اردو نے اس کا دودہ پیا تھا ' اسی کے سہارے پروان چڑھی اور وہ رنگ روپ نکالا کہ سب میں مقبول ہوگئی رفتہ رفتہ فارسی کی جگہ اسی کا چلن ہوگیا - یہ ایک قدرتی اصول تھا - جس طرح باپ کا جانشین بیٹا ہوتا ہے اسی طرح فارسی کی قائم مقام اردو ہوگئی - یہی وہ زمانہ تھا کہ دلی کالج کا فروغ شروع ہوا —

ذریعہ تعلیم

اس کالج کی بڑی خصوصیت یہ تھی اور اسی میں اس کی کامیابی

کا راز تھا کہ ذریعہ تعلیم اردو تھا - عربی، فارسی، سنسکرت کی تعلیم تو خیر اردو میں ہوتی ہی تھی لیکن دوسرے علوم جو داخل نصاب تھے ان کی تعلیم کا ذریعہ بھی اُردو ہی تھا لیکن سرکاری حلقے میں ایک جماعت ایسی پیدا ہو رہی تھی جسے مشرقی تعلیم سے سخت سوء ظنی تھی اور جب مشرقی اور مغربی تعلیم کا قضیہ پیش ہوا تو بازی اُسی کے ہاتھ رہی —

۱۸۳۵ ع ہندوستان کی تعلیمی تاریخ میں ایک انقلاب انگیز سال ہے۔ اس تاریخ سے اس ملک کی تعلیم کی کایا پلٹ ہوتی ہے اور ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اب تک یہاں کی تعلیم کی دو بڑی خصوصیتیں تھیں۔ ایک تو جتنے مدارس تھے، خواہ سرکاری، یا غیر سرکاری، اُن سب میں مشرقی السنہ و علوم (عربی، سنسکرت، فارسی) کی تعلیم ہوتی تھی، طریقۂ تعلیم بھی مشرقی تھا، ذریعۂ تعلیم بھی مشرقی زبانیں تھیں: غرض سارا رنگ ڈھنگ مشرقی تھا۔ وہ کمیٹی جو تعلیم عامہ کی نگراں کی گئی تھی اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ مشرقی السنہ کی تعلیم کی ترقی میں کوشش کرے۔ اگرچہ دہلی اور بنارس کے کالجوں میں انگریزی مدرسے بھی ملحق کردیے گئے تھے اور کلکتہ مدرسہ اور کلکتہ سنسکرت کالج میں بھی انگریزی جماعتوں کا اضافہ کردیا گیا تھا اور چند درسگاہوں میں جغرافیہ ہیئت، ہندسہ اور تشریح کی تعلیم بھی جاری کردی گئی تھی لیکن ان کی حالت محض ابتدائی تھی اور مشرقی تعلیم کے سامنے ان کا چراغ جلنے نہیں پایا تھا۔ دوسری بات یہ تھی کہ جتنے سرکاری اور امدادی مدارس تھے اُن میں تقریباً سب طلبہ کو وظیفے دیے جاتے تھے ایک تیسری بات اور تھی، یعنی سنسکرت اور عربی کی ترقی کی خاطر ان قدیم زبانوں میں تراجم کے لئے فیاضی سے امداد دی جاتی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ اُس زمانے

کے لحاظ سے یہ علمی سرپرستی حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ صرف ایک کتاب کے عربی ترجمے کے لئے بتیس ہزار روپے کی منظوری دی گئی۔ بعض صورتوں میں یہ بھی ہوتا تھا کہ اگر ترجمہ ایسا ہوتا جو سمجھ میں نہ آتا تو اس کی تشریح کے لئے مترجم کو معقول تنخواہ پر ملازم رکھ لیا جاتا۔ بہت سا روپیہ ان کتابوں کے چھاپنے پر صرف ہوتا تھا، لیکن چھپنے کے بعد ایک دوسری مشکل کا سامنا ہوتا تھا کہ یہ ڈھیر کے ڈھیر رکھے کہاں جائیں۔ اس ذخیرے کے لئے مکان کا انتظام کرنا پڑتا تھا۔ چونکہ ان کتابوں کی عام طور پر تو مانگ ہوتی نہ تھی اس لئے ان کا سارا بار الماریوں پر تھا۔ یہ لکھتے ہوے مجھے حیدرآباد دکن کی مجلس دائرۃ المعارف یاد آتی ہے اور اگر جلد خبر نہ لی گئی تو ڈر ہے کہ دارالترجمہ کا بھی کہیں یہی حشر نہ ہو—

ان لوگوں کی نظروں میں جو مشرقی تعلیم کو بیکار محض خیال کرتے تھے، یہ تینوں باتیں سخت قابل اعتراض تھیں، حالانکہ اگر دیکھا جاے تو ان میں کوئی بھی ایسی بات نہ تھی کہ اس پر واویلا مچایا جاے۔ اول تو گورنمنٹ کا تعلیم پر صرف ہی کیا ہوتا تھا، اور اگر اس کے انتظام کا دوسرے شعبوں سے مقابلہ کیا جاے تو اس رقم کی کچھ بھی حقیقت نہ تھی جو تعلیم پر صرف کی جاتی تھی۔ رہے ترغیبی وظائف، تو اس وقت کی حالت کے لحاظ سے ان کا دینا ضروری اور قرین مصلحت تھا۔ جب تعلیم کا شوق پیدا ہو جاتا تو رفتہ رفتہ کم کردئے جاتے اور ایسا ہی ہوا جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔ اب رہا کتابوں کا ترجمہ اور طبع کے مصارف، سو اس کے متعلق شکایت کرنا کسی قدر تنگ نظری ہے۔ اسے تجارتی نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے۔ بیشک اس وقت ان کی مانگ نہ

تھی، لیکن ہر چیز کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ مانگ ہو تو بہم پہنچائی جائے - بعض اوقات مانگ پیدا کرنی پڑتی ہے - ان کتابوں کا وجود میں آجانا ہی غنیمت تھا، خواہ کوئی لے یا نہ لے، کیوں کہ انہیں پر آیندہ علم کی ترقی و اشاعت کا دار و مدار تھا - اُس وقت کا یہی اقتضا تھا اور انہیں کے طفیل میں ایک وقت ایسا آتا کہ اس قسم کی کتابیں ہاتھوں ہاتھ بکتیں - مانگ یا قدر کے لئے یہ کیا ضرور ہے کہ فوراً ہی ہو - آج وہی کتابیں ہیں کہ اُن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں، ڈھونڈھتے ہیں اور نہیں ملتیں - کبھی کبھی تجارتی نظر سے ہٹ کر بھی دیکھنا پڑتا ہے —

اس میں شک نہیں کہ نقص تھے، انہیں رفع کرنا چاہئے تھا - خرابیاں تھیں، ان کی اصلاح ہونی چاہئے تھی - لیکن یہ کیا کہ سرے سے عمارت ہی کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے —

بہر حال لارڈ بینٹنگ کے رزولیوشن مورخہ ۷ مارچ سنہ ۱۸۳۵ ع نے ان سب کا خاتمہ کر دیا - وہ رزولیوشن جسے اب تاریخی حیثیت حاصل ہوگئی ہے، یہ ہے —

> " گورنر جنرل باجلاس کونسل کی یہ رائے ہے کہ حکومت برطانیہ کا بڑا مقصد اہل ہند میں یورپین لٹریچر اور سائنس کی اشاعت کرنا ہے اوو جس قدر رقوم مقاصد تعلیم کے لئے مخصوص ہیں وہ صرف انگریزی تعلیم پر صرف ہونی چاہئیں —
>
> ہز لارڈ شپ کا یہ منشا نہیں ہے کہ دیسی تعلیم کے کسی ایسے کالج یا مدرسے کو توڑ دیا جائے جس کے

فوائد سے دیسی لوگوں میں تمتع حاصل کرنے کا شوق
پایا جاتا ہو —

گورنر جنرل باجلاس کونسل طلبہ کو زمانۂ تعلیم
میں وظائف دینے کا عمل قطعاً قابل اعتراض خیال کرتے
ہیں - اُن کی راے میں یہ اُن علوم کی تشویق کی
مصنوعی ترغیب ہے اور جب زیادہ مفید علوم کی تعلیم
دی جاے گی تو یہ خود بخود ان پر سبقت لے جائیں گے
اس لئے وہ ہدایت کرتے ہیں کہ آیندہ کسی طالب علم
کو کسی قسم کا کوئی وظیفہ نہ دیا جاے - اور جب
کبھی مشرقی تعلیم کے کسی پروفیسر کی جگہ خالی ہو
تو اس کی رپوٹ گورمنٹ کو کی جاے اور ساتھہ ہی
یہ بتایا جاے کہ جو جماعت اس کے زیر تعلیم تھی اس
میں طلبہ کی کیا تعداد ہے اور اُس جماعت کی کیا حالت
ہے تاکہ گورمنٹ اس کے جانشین کے تقرر پر
غور کر سکے —

ہز لارڈ شپ باجلاس کونسل کو یہ اطلاع ملی ہے
کہ کمیٹی نے رقم خطیر مشرقی کتب کے طبع میں صرف
کی ہے - ہز لارڈ شپ باجلاس کونسل ہدایت کرتے ہیں
کہ آیندہ ان رقوم کا کوئی جز اس کام میں نہ
لایا جاے —

ہز لارڈ شپ باجلاس کونسل ہدایت فرماتے ہیں کہ
وہ تمام رقوم جو ان اصلاحات کے رو سے کمیٹی کے قبضے

میں آئیں وہ آئندہ دیسی لوگوں میں انگریزی زبان کے
ذریعہ سے انگریزی علم ادب اور سائنس کی اشاعت میں
صرف کی جائیں" —

اس حکم کے جاری ہونے پر بڑا ہنگامہ مچا۔ صرف وہی لوگ اس کے مخالف نہ تھے جن کی روزی پر اس سے آنچ آتی تھی بلکہ اُن بڑے بڑے صاحب اثر یورپین عہدہ داروں نے بھی جو مشرقی علوم و السنہ کے حامی تھے اس کی اسی زور سے مخالفت کی۔ مشرقی علوم و السنہ کا سب سے بڑا حامی اور اس معاملے میں میکالے کا بہت بڑا حریف مسٹر ہنری ٹامس پرنسپ تھا جو گورنر جنرل کی کونسل کا ممبر تھا اور بعد میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا ڈائرکٹر ہوگیا۔ اس نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی اور کونسل میں پرنسپ اور میکالے میں بہت تیز اور سخت بحث ہوئی —

لیکن احکام جاری ہوچکے تھے اور ناطق تھے۔ تعلیمی کمیٹی کو اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ تعمیل کرے۔ کمیٹی کے صدر مسٹر شیکسپیر نے بنا راضیء احکام استعفا دیدیا اور ان کی جگہ مسٹر میکالے (مشہور لارڈ میکالے) کا تقرر ہوا۔ یہ شخص یک بگا اور اپنی رائے کا بڑا پکا تھا لارڈ بنٹنگ کے ریزولیوشن پر اسی کے خیالات کا اثر پڑا' مشرق و مغرب کے مسئلے میں وہ اپنی خوش بیانی اور طلاقت کے زور سے بازی لے گیا۔ اس نئے صدر کے تحت میں' جو در حقیقت خود ہی اس تجویز کا بانی تھا' کمیٹی نے احکام بالا کی تعمیل بڑے شد و مد سے کی —

اگرچہ لارڈ بنٹنگ کے ریزولیوشن میں آنسو پونچھنے کے لئے یہ لکھہ دیا گیا تھا کہ اس سے ایسے دیسی علوم کے مدارس کا بند کرنا مقصود نہیں ہے جن کے فوائد سے دیسی لوگوں کو متمتع ہونے کی توقع ہے لیکن کمیٹی نے

اس ریزولیوشن کی تعمیل ایسے عجیب طریقے سے کی کہ مشرقی تعلیم کا خاتمہ ہی ہوگیا —

ان احکام کی تعمیل میں ایک مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ سرکاری مدارس میں دیسی زبانوں کی تعلیم کس حد تک ہو۔ بعض کہتے تھے کہ گورمنٹ کے ریزولیوشن کے رو سے دیسی زبانیں بالکل خارج ہوگئی ہیں اور تمام رقم صرف انگریزی تعلیم پر صرف ہونی چاہئیے - جنرل کمیٹی نے فوراً اس غلطی کی اصلاح کی اور ایک بیان شایع کیا جس میں اس نے اظہار افسوس کیا کہ ریزولیوشن کے یہ معنے لئے گئے ہیں اور یہ بیان کیا کہ ان احکام کے جاری ہونے سے پہلے اس مسئلے کے متعلق جو بحث ہوئی تھی اس میں ہر فریق نے دیسی زبانوں کی اہمیت کا اعتراف کیا تھا - اصل تنازع انگریزی زبان اور مشرقی علمی زبانوں کے درمیان تھا، دیسی زبانوں سے اسے کچھہ تعلق نہ تھا —

مگر اس بیان سے بھی تعلیم پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا - جنرل کمیٹی کا منشا یہ تھا کہ دیسی لڑکوں لڑکیوں کو بالکل ابتدائی تعلیم دیسی زبان کے ذریعے سے دی جاسکتی ہے —

اصل بحث مشرقی اور مغربی علوم السنہ کی تھی' اس میں غریب دیسی زبان مفت میں پٹ گئی - آپس کے مباحثے اور نزاع کی گرما گرمی میں صحیح رستہ آنکھوں سے اوجھل ہو گیا - صحیح فیصلہ دونوں کے بین بین تھا۔ مغربی علوم اور انگریزی زبان کے فوائد سے کسے انکار ہوسکتا ہے لیکن اس کے ساتھہ ہم اپنی قدیم زبانوں کو کیوں کر چھوڑ سکتے تھے جن پر ہماری تہذیب کی بنیاد ہے - دوسرا مسئلہ ذریعۂ تعلیم کا تھا - مقصد تو حصول علم سے تھا اور اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل و حجت کی ضرورت نہیں کہ علم کی تحصیل جس آسانی اور خوبی سے اپنی زبان کے واسطہ سے ہوسکتی ہے

غیر زبان کے ذریعہ سے نہیں ہوسکتی۔ اس کی طرف کسی کا خیال نہ گیا۔
اس کے خلاف سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ اگر دیسی زبان کو ذریعۂ تعلیم بنائیں
تو کتابیں کہاں سے لائیں - بیشک یہ بڑا نقص تھا مگر لا علاج نہ تھا -
لارڈ بنٹنک کے ریزولیوش نے اس کی گنجائش نہ چھوڑی اور ذریعۂ تعلیم
بھی انگریزی ہی قرار پایا —

لارڈ بنٹنک کے ریزولیوشن سے اور خاص کر جس نامناسب اور ناگوار
طریقے سے تعلیمی کمیٹی نے اس کی تعمیل کی تھی اس سے جو بے اطمینانی
اور بدگمانی پیدا ہوگئی تھی وہ رفع نہ ہوئی۔ اس بے اطمینانی کے
اسباب یہ تھے —

۱ - سب سے پہلی بات یہ تھی کہ مشرقی مدارس کو کم زور کر دیا گیا۔
اُن کی رقمیں اُن سے چھین کر یا تو ایسی انگریزی جماعتوں کی
اعانت میں صرف کی گئیں جو اُن کی نظر کے سامنے ایک ہی چھت
کے نیچے تعلیم پاتی تھیں یا اضلاع (مفصلات) کے ایسے مدارس کی
مدد کے لئے مخصوص کر دیں جہاں انگریزی تعلیم دی جاتی تھی۔
یہ عمل خلاف انصاف اور خلاف احکام گورنمنٹ خیال کیا گیا —

۲ - جہاں کہیں دیسی زبان کی تعلیم کے لئے جداگانہ جماعتیں تھیں،
انھیں توڑ دیا گیا اور ذریعۂ تعلیم کے لئے عام طور پر انگریزی کو
دیسی زبان پر ترجیح دی گئی اور دیسی زبان کی تعلیم برائے
نام انگریزی تعلیم کے ساتھ لگا دی گئی —

۳ - وظائف مسدود کر دیے گئے جس سے دہلی اور دوسرے مقامات میں
بہت ناراضی پھیلی کیوں کہ لوگ تعلیم کو کار خیر سمجھتے تھے۔
دوسری بات یہ تھی کہ اکثر طالب علم نادار تھے اور وہ اپنی تعلیم

زیادہ دنوں تک جاری نہیں رکھہ سکتے تھے —

اس عام بے اطمینانی کی بنا پر لارڈ آکلنڈ نے جو لارڈ بنٹنگ کے بعد ہندوستان کے گورنر جنرل ہوکر آے' ان تمام امور پر غور کیا اور ۲۴ نومبر سنہ ۱۸۳۹ ع کو جنرل کمیٹی تعلیم عامہ کے نام ایک یاد داشت لکھی - یہ یاد داشت بہت اہم ہے - اس نے ان غلط فہمیوں کو رفع کیا جو لارڈ بنٹنگ کے ریزولیوشن سے پیدا ہوگئی تھیں —

لارڈ آکلنڈ نے صاف الفاظ میں یہ فیصلہ کیا کہ مشرقی مدارس میں مشرقی تعلیم کی تکمیل و ترقی کو قطعی طور سے ترجیح دی جاے اور کامل ترقی و تکمیل کے بعد (اس سے قبل ہرگز نہیں) جو رقم بچے وہ انگریزی تعلیم کی ترقی میں صرف کی جاے - مشرقی مدارس کی بہتری اور اصلاح کے لئے یہ مناسب ہوگا کہ اعلی قابلیت کے دیسی مدرسین مقرر کئے جائیں اور یہ اُسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ ان کو معقول تنخواہیں دی جائیں - طلبہ کے وظائف کا دستور پھر جاری کیا جاے - مشرقی زبانوں کی مفید کتابیں شایع کی جائیں - تجربہ کار اور واقف کار یورپین وزیٹر کا تقرر کیا جاے تاکہ وہ اُن پر نگرانی رکھے اور وقتاً فوقتاً ان کا معائنہ کرتا رہے —

یہ تجویزیں بہت معقول تھیں اور کورٹ آف ڈائرکٹرز نے بھی اپنی راے میں انہیں خیالات کا اظہار کیا - انھوں نے لکھا کہ ہمارا منشا بھی یہی ہے کہ جو رقم جس مشرقی مدرسے کے لئے مخصوص کردی گئی ہے وہ بالکلیہ اُسی مدرسے کی تعلیم پر صرف کی جاے اور مدرسے میں مشرقی تعلیم کی ترقی و تکمیل سب سے مقدم رکھی جاے —

اس بنا پر لارڈ آکلنڈ نے یہ حکم دیا کہ لارڈ بنٹنگ کے ریزولیوشن

سے قبل جو جو رقمیں جن جن مشرقی مدارس کے لئے مخصوص تھیں وہ سب اُن کو واپس کردی جائیں اور اگر انگریزی تعلیم کی ترقی کے لئے مزید رقم کی ضرورت ہوئی تو اس کے لئے جدید منظوری دی جائے گی —

انگریزی اور دیسی زبان مدارس کا ذریعۂ تعلیم

لارڈ آکلنڈ نے ذریعۂ تعلیم کے مسئلے پر بھی کامل غور کیا اور گزشتہ اور موجودہ حالات پر غور کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ انگریزی اور دیسی زبان کی مشترکہ تعلیم کا جو اصول اس وقت رائج ہے' وہی مناسب ہے اور فی الحال اس میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں - البتہ جب دیسی زبانوں میں اچھی کتابوں کا سلسلہ تیار ہوجاے تو پھر اس میں کسی قدر تغیر و تبدل کی ضرورت واقع ہوگی - اُس وقت مسئلہ یہ ہوگا کہ آیا صوبے کے مدارس میں تعلیم انگریزی کے ذریعہ سے دی جاے یا دیسی زبان کے ذریعہ سے - اُن کے خیال میں جب ایسی کتابوں کا سلسلہ تیار ہوجاے تو یہ جو قاعدہ ہے کہ ان مدارس میں دیسی زبانوں کی جماعتیں جاری نہ رکھی جائیں اُسے نرم کرنا پڑے گا - اُس وقت انگریزی یا دیسی زبان لازمی طور پر پڑھنے کی شرط لگانی ضروری نہ ہوگی بلکہ طالب علم کو پوری آزادی ہوگی کہ خواہ وہ انگریزی تعلیم حاصل کرے یا دیسی تعلیم —

بہر حال لارڈ آکلنڈ کی راے میں مزید تجربے کی ضرورت تھی - اُس وقت دو بڑے تجربے زیر امتحان تھے - ایک بنگال میں جہاں انگریزی ذریعۂ تعلیم تھی اور دوسرا احاطۂ بمبئی میں جہاں دیسی زبان کے ذریعے سے تعلیم دی جاتی تھی - ان دونوں طریقوں کو ابھی اور آزادی سے چلنے دینا چاہئیے اور اُن کے نتائج پر نظر رکھنی چاہئیے —

غرض گورنر جنرل بہادر کا منشا یہ تھا کہ تعلیم کی اشاعت اعلیٰ

اور اوسط دونوں طبقوں میں ہونی چاہئے - موجودہ طریقے سے تعلیم صرف ایک چھوٹے سے طبقے میں محدود رہے گی ' لہذا ملک کے باقی حصے کو دیسی زبان کے ذریعے سے تعلیم دینے پر قناعت کرنی چاہئے اگرچہ وہ انگریزی کے مقابلے میں کم درجے کی ہوگی —

اسی زمانے میں تعلیمی کمیٹی نے اپنی راے کا اظہار کیا کہ جس اصول پر وہ عامل ہے وہ اس کی راے میں بالکل صحیح ثابت ہوا ہے اور کمیٹی اس امر کی کوشش کرتی رہے گی کہ بڑے بڑے شہروں میں اینگلو ورنیکلر مدارس کو ترقی دے اور جہاں تک حالات مساعدت کریں تعلیم کو ملک کے با اثر طبقے میں شایع کرے - کمیٹی کو توقع ہے کہ جب وہ طالب علم جو ان مدارس میں تعلیم پا رہے ہیں مغربی علوم سے کامل واقفیت حاصل کر لیں گے تو سارے ملک میں ترقی کی ایک لہر دوڑ جاے گی اور بالآخر ملک کا ہر طبقہ اس کے فوائد سے مستفید ہوگا —

دیسی زبان کے ذریعۂ تعلیم ہونے کے متعلق جو دلخوش کن توقع لارڈ آکلنڈ نے اپنے فیصلے میں دلائی تھی وہ کاغذ ہی پر رہ گئی - اس میں سلسلۂ کتب تیار ہونے کی شرط تھی اور یہ شرط بڑی کڑی تھی - کتابیں کیسے تیار ہوتیں جب کہ اُن کے تیار کرنے کے لئے کوئی باقاعدہ اور سچی کوشش نہیں کی گئی - آنے والے ماہرین تعلیم نے اسے بالکل نظر انداز کردیا اور سہل رستہ اختیار کرلیا کہ مغربی علوم کی تعلیم انگریزی زبان کے ذریعے سے دی جاے' اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ستم ظریفی یہ ہوئی کہ سنسکرت' عربی' فارسی کی تعلیم بھی انگریزی کے ذریعے ہونے لگی - دیسی زبانوں کی بدقسمتی کا کچھ ٹھکانا ہے-سنہ ۱۸۳۵ ع سے قبل تقریباً تمام مدارس میں عربی ' فارسی ' سنسکرت کی تعلیم ہوتی تھی اور گورنمنٹ بھی اس کی پوری تائید پر تھی اور ساری

توجہ اور معلت اُسی پر صرف کی جاتی تھی اور دیسی زبانوں کو کوئی پوچھتا بھی نہ تھا۔ جب لارڈ بنٹنگ کا ریزولیوشن عمل میں آیا تو انگریزی نے وہ زور پکڑا کہ اس نے عربی، سنسکرت ہی کو نہیں بٹھا دیا بلکہ دیسی زبانیں بھی کس مپرسی کی حالت میں آ گئیں۔ ایک دھلی کالج ایسا تھا جہاں مغربی علوم یعنے ھیئت، ریاضیات، فلسفہ وغیرہ کی تعلیم بھی اُردو کے ذریعہ سے دی جاتی تھی اور باوجود اُن تمام موانعات کے جو معترضین ذریعۂ تعلیم کی بحث میں ھر موقع پر پیش کرتے تھے وہ نہایت کامیاب رہا ــــ

اس کی تصدیق مسٹر کارگل پرنسپل دلی کالج کے اُس بیان سے ھوتی ھے جو ان کی سالانہ رپوٹ بابت سنہ ۱۸۵۲ ع میں درج ھے۔ وہ لکھتے ھیں کہ :

"مشرقی شعبے کا طالب علم اپنے مغربی شعبے
والے حریف سے سائنس میں کہیں بڑھا ھوا ھے" ــــ

اس کے بعد ھی وہ اس پر اظہار افسوس کرتے ھیں کہ نصاب کی مناسب کتابیں نہیں ورنہ اس کا علم اور بھی بہتر ھوتا۔ پھر وہ لکھتے ھیں کہ :

"حال ھی میں کالج کا معائنہ بعض نہایت قابل
فوجی افسروں اور مشنریوں نے کیا جو معاملات تعلیم
سے بخوبی واقف تھے۔ انھوں نے مشرقی شعبے کے
طلبہ کا امتحان لیا اور اُن سے علم ھیئت، جنرل
سائنس، اخلاقی اور مذھبی مسائل میں گفتگو کی۔
اِن سب کا یہ بیان ھے کہ اس شعبے میں قطعی

طور پر بہت بڑی ترقی پائی جاتی ہے اور مختصر
یہ کہ تمام ہندوستان میں کسی جگہ ترقی کے ایسے
آثار نہیں نظر آتے " —

اس رپورٹ پر لفٹننٹ گورنر بہادر نے اپنے تبصرے میں مشرقی شعبے کے متعلق جو یہ الفاظ تحریر کئے ہیں :

" طلبہ (شعبۂ مشرقی) کی سائنس کی ترقی
کے متعلق جو تیقن دلایا گیا ہے اُس سے بےحد مسرت ہوئی "—

سنہ ۱۸۵۶ ء کی رپورٹ میں درج ہے کہ عربی فارسی کی جماعتوں کے علاوہ سائنس کی جماعتیں بھی تھیں جن میں نہایت احتیاط سے مغربی سائنس زبان اردو کے ذریعہ کامل طور پر پڑھائی جاتی تھی۔ ماسٹر رام چندر اور دیگر اساتذہ کی قابلانہ درس تدریس سے طلبہ ایسے ہوشیار ہوگئے تھے کہ وہ ریاضی، نیچرل فلاسفی اور تاریخ وغیرہ میں شعبۂ انگریزی کے طلبہ کو نیچا دکھانے لگے تھے اور مقابلے کے امتحان میں بازی لے جاتے تھے —

رام سرن داس صاحب ڈپٹی کلکٹر اور ممبر لوکل کمیٹی دلی کالج نے اس سال طلبہ کا امتحان لیا اور انھوں نے اس بارے میں جو کیفیت درج کی ہے وہ طلبہ کی محنت و ذکاوت پر دلالت کرتی ہے۔ طلبہ نے نہایت اطمینان بخش جوابات دیے اور ممتحنین اس سے بہت خوش ہوئے۔ طلبہ بالعموم تمام مضامین میں نہایت اچھے نکلے۔ صرف ایک چیز کی یعنی بدخطی کی شکایت کی ہے اور یہ شکایت غالباً ہمارے کالجوں اور مدرسوں میں اب بھی پائی جاتی ہے —

مسٹر فریڈرک جان موات Mouat ایم۔ ڈی، ال ال۔ بی فسٹ فزیشن میڈیکل کالج کلکتہ و سکرٹری کونسل آف ایجوکیشن بنگال نے اپنی رپورٹ

میں دھلی کالج کے مشرقی شعبے کے طلبہ کی استعداد اور قابلیت اور خاص کر ان کی سائنس کی واقفیت پر بہت قابل تحسین الفاظ میں تعریف کی تھی - گورمنٹ ممالک متحدہ مغربی شمالی نے جنرل کمیٹی تعلیم عامہ کی رپوٹ بابت سنہ ۵۴ - ۱۸۵۳ پر جو ریزو لیوشن لکھا ھے اس میں اس کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ھے —

" اردو کے ذریعے سے دھلی کالج میں جو سائنس کی تعلیم دی جاتی ھے اس کی مسٹر موات نے بہت تعریف کی ھے - ھزآنر ایسي تعلیم کی جو اس ذریعے سے دی جاتی ھے اور خاص کر سائنس کی تعلیم کی ، بہت قدر کرتے ھیں " —

یہ ساری برکت اس کی تھی کہ ذریعۂ تعلیم اردو تھا اور تمام مضامین اسی زبان میں پڑھائے جاتے تھے جس کی تائید میں ھم اُس وقت کے دو ذمہ دار ماھران تعلیم کی رائیں پیش کرتے ھیں - مسٹر کر ناظم تعلیمات احاطۂ بنگال اپنے تبصرہ تعلیمی بابت سنہ ۱۸۵۳ ع میں لکھتے ھیں کہ :—

" ایک مدت سے دلی کالج کی ایک خصوصیت ایسی چلی آرھی ھے جو اُسے بالائی اور زیریں صوبجات کے دوسرے کالجوں سے ممتاز کرتی ھے اور وہ یہ ھے کہ وھاں دیسی زبان (اردو) کے ذریعے تعلیم دی جاتی ھے اور یہ (امتیازی خصوصیت) خاص طور پر ریاضیات کی تمام شاخوں اور کم و بیش تاریخ اور اخلاق و فلسفۂ (مارل سائنس) کی تعلیم سے تعلق رکھتی ھے - اس طریقۂ تعلیم پر مسٹر بترو نے اپنے زمانہ پرنسپلی میں

استقلال کے ساتھہ عملدرآمد کیا اور اُن کے جانشین
ڈاکٹر سپرنگر نے اُسی جوش کے ساتھہ اُسے جاری رکھا '
یہ اب دھلی کالج کے نظام تعلیم کا ایک جز تسلیم
کر لیا گیا ھے - مناسب یہ ھے کہ اسے آزادی کے ساتھہ
بڑھنے اور پھولنے پھلنے دیا جائے - چند سال بعد ھمیں
اس کے نتائج کا دوسرے طریقوں کے نتائج سے مقابلہ کرنے
کا موقع ملے گا "

افسوس یہ موقع کبھی نہ آیا !!

ناظم صاحب تعلیمات ممالک مغربی شمالی نے اپنی رپوٹ سنہ ۱۸۵۲ ع
میں شعبۂ مشرقی کے قائم رکھنے پر اسی لئے زور دیا ھے کہ اس کی وجہ
سے اردو کے ذریعے علوم کی اشاعت ھوتی اور روشن خیالی پھیلتی ھے —

تعلیمی حالت

مشرقی شعبہ

کالج کے ابتدائی زمانے میں زیادہ تر فارسی اور عربی کی
تعلیم ھوتی تھی - اس کے ساتھہ سنکرت کا شعبہ بھی تھا -
حساب اور مبادیات اقلیدس کی بھی کچھہ کچھہ تعلیم دی جاتی تھی - کالج کی
رپوٹوں میں بار بار اس کا ذکر ھے کہ تقسیم انعام کے موقعوں پر فارسی
خوشخطی کے نمونے اور فارسی کے مضامین بطور نمائش کے رکھے جاتے تھے —

سنہ ۱۸۲۹ ع کا حال میں لکھہ چکا ھوں کہ اس سال کے امتحان کے
عمدہ نتائج پر بڑی تعریف ھوئی اور جس قدر انعام طلبہ کے لیے رکھے گئے
تھے اس سے زیادہ دینے پڑے کیونکہ طلبہ کی تعداد ایسی اچھی اور ان کے

جوابات ایسے بر جستہ اور معقول تھے کہ وہ طلبہ کو انعام سے محروم نہ کر سکے —

سنہ ۱۸۳۱ ع میں جب لارڈ بنٹنک نے کالج کا معائنہ فرمایا تو لارڈ صاحب کی فرمائش پر مسٹر میکاڈن نے عربی، فارسی اور سنسکرت کی اعلی جماعتوں کا امتحان لیا - نتیجہ کچھ زیادہ قابل اطمینان نہ پایا گیا - ممتحن کی رائے میں طلبہ کا علم شرع محمدی (فقہ) میں زیادہ وسیع نہ تھا اور طلبہ کی زیادہ تر تعداد فارسی میں گلستان بوستان سے آگے نہ بڑھی تھی حالانکہ یہ کتابیں ایسی ہیں کہ کالج میں داخل ہونے سے پہلے پڑھ کر آنی چاہئیں —

یہ رپورٹ جنرل کمیٹی کو بھیجی گئی تو اُس نے بہت افسوس کا اظہار کیا اور لکھا کہ کالج کی حالت کئی سال سے روبہ تنزل ہے - لوکل کمیٹی نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ طلبہ عموماً کچھ شد بد ہونے کے بعد تلاش معاش کی خاطر کالج کو خیر باد کہہ دیتے ہیں - بعض مشرقی شعبے کو چھوڑ کر انگریزی شعبے میں چلے جاتے ہیں - کمیٹی نے آخر میں یہ رائے ظاہر کی کہ کسی ایسی ترغیب کا ہونا ضروری ہے کہ جس کی وجہ سے طلبہ زیادہ مدت تک کالج میں رہ سکیں —

کالج کے سکرٹری نے اپنی سالانہ رپورٹ بابت سنہ ۱۸۳۳ ع میں لکھا کہ عربی کی اعلی جماعت میں صرف تین طالب علم ہیں - بہت لوگوں کا خیال ہے کہ عربی کی تعلیم نہ تو ویسی عام رہی ہے اور نہ ویسی پختہ جیسی پہلے تھی - اب یہ ذریعہ معاش بھی نہیں رہی اور خالی خولی نام یا شہرت کا موجب رہ گئی ہے - یہ امر قابل افسوس ہے کہ طلبہ فارسی کا نصاب ختم کرکے کالج چھوڑ دیتے ہیں اور جو عربی پڑھتے ہیں اُن

کا یہ حال ہے کہ کافیہ اور دوسری آسان کتابوں سے آگے نہیں بڑھتے اور سو میں بہ مشکل چار پانچ ایسے نکلتے ہیں جو اعلیٰ شعبوں تک پہنچتے ہیں * —

سنہ ۱۸۳۵ ع کی تعلیم عامہ کی رپوٹ میں اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ فارسی اور عربی کا اب وہ شوق نہیں رہا جو انگریزی کا ہے - لوکل کمیٹی کو یہ شکایت ہے کہ فارسی عربی کی اعلیٰ قابلیت جو بڑی محنت، وقت اور روپیہ صرف کرنے سے حاصل ہوتی ہے، حصول معاش میں کچھہ کام نہیں آتی - جنرل کمیٹی نے اس شکایت پر تعجب ظاہر کیا کہ اس وقت جب کہ فارسی دفتری زبان ہے اُس کا یہ حال ہے تو آئندہ جب کہ دیسی زبان کا سرکاری عدالتوں اور دفتروں میں رواج ہو جاے کا اور سب غیر زبانیں مساوی حالت میں ہوجائیں گی تو وہ نظام تعلیم جو اس وقت مشرقی شعبے میں جاری ہے اور بھی بے سود ہوجاے گا —

سنہ ۱۸۳۷ ع میں جو امتحان ہوا - اس میں ممتحنین نے تعلیمی حالت کی تعریف کی ہے —

سنہ ۱۸۳۸ ع کے آخر میں سالانہ امتحان ہوا امتحان کے وقت شہر کے بہت سے شرفا مدرسے میں جمع تھے - وہ طلبہ کی لیاقت اور جوابات سے بہت خوش ہوے - جماعت اعلیٰ کے عربی ترجمے اور فارسی انشاپردازی کے نمونے گورنمنٹ میں بھیجے گئے اور گورنمنٹ نے انھیں پسند فرمایا - سنسکرت کی جماعت کی حالت بھی قابل اطمینان بتائی گئی —

---

* تبصرۂ تعلیم عامہ احاطۂ بنگال بابت سنہ ۱۸۵۳ ع مسٹر جے - کر ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن —

سنہ ۴۰-۱۸۳۹ ء کی رپوٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال بھی تعلیمی حالت قابل اطمینان تھی اگرچہ نصاب گذشتہ سالوں سے بڑھا ہوا تھا - عربی کی اعلیٰ جماعت شمس بازغہ ختم کرچکی تھی اور میر زاہد معہ حاشیہ عبدالعلی اور مقامات حریری کا درس لے رہی تھی - اردو کی جماعتوں نے خاص کر بہت قابل تعریف ترقی کی تھی —

مسٹر ٹامسن مشرقی کالجوں کے وزیٹر (انسپکٹر) نے اپنی رپوٹ بابت سنہ ۴۲-۱۸۴۱ میں دھلی کالج کے طلبہ کی استعداد کے متعلق اچھی رائے نہیں دی - اُن کا مقصد یہ تھا کہ تعلیم اس سے اعلیٰ ہونی چاہئے وہ لکھتے ہیں کہ اکثر طلبہ عربی صرف و نحو یا عربی کی آسان کتابیں پڑھتے تھے - شعبۂ سنسکرت کی جماعت اعلیٰ میں پانچ طالب علم آسانی سے سنسکرت عبارت کی لکھہ سکتے تھے اور نظم بھی خاصی لکھہ لیتے تھے - اُن کی رائے میں سنسکرت کی تعلیم اچھی تھی اور طلبہ اس زبان میں پوری مہارت رکھتے تھے —

اس کے چند سال بعد لوکل کمیٹی نے فارسی اور عربی شعبوں میں کامل اصلاح کی غرض سے یہ تجویز پیش کی کہ باقاعدہ نصاب تعلیم میں صرف کارآمد علوم کي تعليم رکھی جاے اور عربی نحو اور منطق کی اعلیٰ کتابوں اور فقہ کی مستند کتب اور احادیث پر " فری لکچر " ہوا کریں اس تجویز کے جواب میں لفٹنٹ گورنر بہادر نے جواب دیا کہ کمیٹی نصاب تعلیم میں اس قسم کا تغیر و تبدل کر سکتی ہے جو مناسب غور کے بعد مفید معلوم ہو —

سنہ ۱۸۴۵ ء میں ڈاکٹر سپرنگر پرنسپل کالج نے جن کا تقرر اسی سال ہوا تھا ممالک مغربی شمالی کی گورنمنٹ کی خدمت میں یہ تجویز

پیش کی کہ مدرسے کی بعض ابتدائی جماعتیں توڑ دی جائیں اور اُن کی بجاے ابتدائی تعلیم کے لیے ایک اسکول قائم کیا جاے جس میں لڑکے مدرسے کی تعلیم کے لیے تیار کئے جائیں - لفٹنٹ گورنر بہادر نے اگرچہ اس تجویز کو پسند کیا اور اسے بھی تسلیم کیا کہ جب تک لڑکے خاص درجے کی لیاقت نہ رکھتے ہوں مدرسے میں داخل نہ کئے جائیں لیکن مدرسہ سے متعلق مجوزہ اسکول قائم کرنا ایک ایسا فعل ہے جس کی سود مندی مشتبہ ہے - اس رائے کی تائید میں بعض وجوہ یہ بیان کی گئیں :—

" جہاں تک ہماری درسگاہیں دیسیوں کو اُن مضامین کی تعلیم دیتی ہیں جن کی تعلیم وہ دوسری جگہہ نہیں حاصل کرسکتے یا اگر وہ اُن مضامین کو دوسری جگہہ حاصل کرسکتے ہیں مگر ہم عمدہ طریقہ پر دیتے ہیں تو وہاں تک ان درسگاہوں کا فائدہ بہت بڑا ہے - لیکن جب ہماری درسگاہیں ایسی تعلیم دینے کی کوشش کرتی ہیں جسے لوگ دوسری جگہہ بخوبی حاصل کرسکتے ہیں یا خود اس کا انتظام کرنے کے لیے آمادہ ہیں تو ہماری درسگاہوں کا فائدہ بہت کچھہ کم ہوجاتا ہے بلکہ شاید مضر ہے - اس لئے کہ ہم یہ تعلیم مفت دیتے ہیں جس کے لیے لوگ اجرت ادا کرنے کے لیے تیار ہیں اور اس طرح ہم لوگوں کی ذاتی مساعی کے مانع ہوتے ہیں —

دیسی زبانوں کی ابتدائی تعلیم کالج کے باہر آسانی سے حاصل ہوسکتی ہے اور روز بروز ان کی تعلیم سہل ہوتی جاتی ہے -

پڑھنا لکھنا اور تقسیم تک حساب دیسی لوگ خود اپنے طریقے پر سکھا سکتے ھیں اور انگلستان نے یہ طریقہ انھیں سے سیکھا ھے اور اسے ان کے قومی طریقہ سے نام زد کیا ھے ' ان چیزوں کو ھمارے کالج میں پڑھانا گویا وقت اور روپے کا ضائع کرنا ھے - مناسب یہ ھوگا کہ فی الحال بہترین دیسی لڑکے داخل کرلیے جایا کریں اور انھیں علم کی اُن شاخوں میں اعلیٰ تعلیم دی جاے جن میں ھم اُن کی ترقی چاھتے ھیں —

داخلے کے لیے سہ ماھی امتحانات لیے جائیں اور حسب گنجائش بہترین امیدوار انتخاب کرلیے جائیں - اگر درسگاہ مقبول نہیں تو تعداد کم ھوجاے گی ورنہ زیادہ ھوجاے گی اور غالباً اس قدر زیادہ کہ تعلیمی فیس لگانی پڑے اور اس سے بہتر کیا ھوگا —

یہ توقع کی جاتی ھے کہ اگر کالجوں کی حالت اچھی رھے اور جو تعلیم وھاں دی جاتی ھے اس کی قدر کی گئی تو داخلے کا معیار بڑھا دیا جاے اور رفتہ رفتہ وہ ابتدائی تعلیم موقوف کردی جاے جو اب ادنیٰ جماعتوں کو دی جاتی ھے — "

ان خیالات کی بنا پر ادنیٰ وظائف کے مستحق باھر والے بھی قرار دئیے گئے - جس کا ذکر اس کے موقع پر کیا جاے گا —

مسٹر بٹرو جو اس وقت پرنسپل تھے اور نہایت قابل اور ھمدرد شخص تھے اس سال (سنہ ۱۸۴۵ ع) بوجہ علالت دو سال کی رخصت لیکر انگلستان

چلے گئے۔ انھوں نے اپنی آخری رپوٹ میں مشرقی شعبے کے متعلق جو خیالات ظاہر فرمائے ہیں ان کا خلاصہ ہم یہاں پیش کرتے ہیں ' اس سے معلوم ہوگا کہ اس طریقۂ تعلیم نے کیا کیا کام کیا تھا —

مسٹر بترو نے اپنی ان مساعی پر جو انھوں نے کالج میں تاریخ ' اخلاق اور سائنس کی تعلیم کے متعلق کی تھیں ' اپنا پورا اطمینان ظاہر کیا اور اس امر کی توقع ظاہر کی کہ اگر ایک سال اور اسی طرح کوشش جاری رہی تو مشرقی شعبے کے طالب علم سوائے تاریخ کے کسی علم میں انگریزی شعبے والوں سے کم نہیں رہیں گے۔ تاریخ کی کمی پوری کرنے کے لئے بڑی بڑی کتابوں کے ترجمے کی ضرورت ہے ' اس وقت تک جو ترجمے ہوے ہیں وہ کافی نہیں ہیں۔ انھوں نے بیان کیا کہ جو تعلیم مشرقی کالج کے نوجوانوں کو دی گئی ہے اس کا ایک خوشگوار نتیجہ یہ ہے کہ اُن میں سے متعدد طالب علم اپنی فرصت کے اوقات میں انگریزی زبان کی تحصیل میں بڑی مستعدی سے کوشش کررہے ہیں تاکہ وہ تلاش حق میں زیادہ آزادی سے کام کرسکیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ان میں سے بعض نوجوان آئندہ سال سینیر انگلش وظائف کے لئے مقابلے کی کوشش کریں گے۔ مسٹر بترو نے اس خیال کا بھی اظہار کیا کہ مشرقی کالج کے نصاب تعلیم میں علاوہ ان علوم کے جو عام طور پر دیسی مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں بعض دوسرے علوم کے داخل کرنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان علوم نے اس تعصب اور تنگ خیالی میں جو محض عربی فارسی کے طلبہ میں پائی جاتی ہے تخفیف اور اعتدال پیدا کردیا ہے —

ایک دوسرا امید افزا واقعہ مسٹر بترو نے یہ بیان کیا ہے کہ دیسی شرفا و امرا میں جو بدگمانی انگریزی طریقۂ تعلیم کی طرف سے تھی اس میں بہت کچھ کمی نظر آتی ہے۔ اس کے ثبوت میں دو امیر خاندانوں کے

لڑکوں کا ذکر کیا ھے جو کالج میں داخل ھوے - ایک تو نواب جھجھر کا بیٹا اور دوسرا سوھن لال وزیر اعظم بادشاہ دھلی کا بیٹا - اور امید ظاھر کی ھے کہ اس طبقے کے اور طالب علم بھی کالج میں داخل ھوں گے —

انگریزی شعبہ

انگریزی جماعت کا اضافہ سنہ ۱۸۲۸ ع میں کیا گیا تھا - اول اول ان تمام طلبہ کو داخل ھونے کی اجازت دی گئی جو مشرقی السنہ کی تعلیم حاصل کر رھے تھے کہ وہ وظیفے بھی پاتے رھیں اور اپنے نام بھی مشرقی شعبے میں بدستور رھنے دیں - لیکن اس انتظام میں دقت معلوم ھوئی کیوں کہ نصف سے زیادہ طلبہ نے انگریزی پڑھنے کی خواھش ظاھر کی - لہذا انگریزی شعبے کو علاحدہ قائم کرنے کی راے قرار پائی - پندرہ وظیفے صرف انگریزی جماعت کے لئے الگ قائم کئے گئے - اور یہ قاعدہ قرار دیا گیا کہ مشرقی شعبے کا جو طالب علم اُس شعبے کو چھوڑ کر انگریزی شعبے میں داخل ھونا چاھے گا تو وہ اس وظیفے سے محروم کر دیا جاے گا جو اُسے مشرقی شعبے میں مل رھا ھے - انگریزی خواں طلبہ کے وظائف کی تعداد رفتہ رفتہ بڑھا دی گئی —

سنہ ۱۸۲۹ ع میں ممتحن کی رپوٹ سے یہ معلوم ھوتا ھے کہ طلبہ نے انگریزی تعلیم میں خاطر خواہ ترقی کی ھے اور تاریخ انگلستان کے ابتدائی حصے کے واقعات سے نہایت تفصیل کے ساتھہ واقف ھیں ممتحن کہتا ھے کہ میں گھنٹے بھر جرح کرتا رھا لیکن کوئی ایک غلطی بھی طالب علموں نے اپنے جوابات میں نہیں کی ، اُن کو نہایت جزئی اُمور بھی صحت کے ساتھہ یاد تھے - انگریزی صرف و نحو کے قواعد سے بھی وہ بخوبی واقف تھے البتہ فارسی اُردو سے صحیح انگریزی میں ترجمہ کرنے میں ناقص تھے —

دوسرے سال کے امتحان میں یہ معلوم ھوا کہ لڑکوں نے انگریزی پڑھنے

کے طریقے میں خاصی ترقی کی ہے اور انگریزی میں گفتگو بھی کرسکتے ہیں مگر بے تکلفی ساتھہ کے نہیں اور نحوی قواعد کی صحت کا بھی خیال نہیں کرتے - انگریزی ترجمے میں بھی ممتحن نے ان کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ ان کے " ترجمے ایسے ہی اچھے تھے جیسی ان سے توقع ہو سکتی تھی "

سنہ ۱۸۳۲ ع میں نصاب میں جیومیٹری (علم ہندسہ) کا اضافہ کیا گیا - اُس سال کی رپوٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ طلبہ نے کچھہ زیادہ ترقی نہیں کی - رپوٹ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اب وہ اس درجے کو پہنچ گئے ہیں کہ جہاں ترقی اُستاد کی کوشش پر نہیں بلکہ اپنی محنت پر ہے —

سنہ ۱۸۳۵ ع کی رپوٹ میں جنرل کمیٹی نے یہ راے ظاہر کی کہ انگریزی شعبے میں سب سے بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ اعلیٰ درجے کی تعلیم کے وسائل مہیا کئے جائیں - لوکل کمیٹی سے یہ خواہش کی گئی ہے کہ وہ کالج کی تنظیم کی اسکیم پیش کرے جس میں پروفیسروں کا تقرر بھی شریک ہو - جب لارڈ آکلنڈ نے ایک یا دو سال بعد کالج کا معائنہ فرمایا تو انھوں نے یہ محسوس کیا کہ اعلیٰ جماعت کے لئے اعلیٰ قسم کی تعلیم کا انتظام ہونا چاہئے- دیسی مدرسین کی تنخواہ بہت کم ہے یعنے دس روپے ماہانہ سے کچھہ ہی زیادہ - جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کم لیاقت لوگ رکھنے پڑے ہیں- ان نقائص کی اصلاح اس وقت ہوئی جب سنہ ۱۸۴۰ ع میں درسگاہوں کی جدید تنظیم عمل میں آئی اور مدرسین کی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا —

انگریزی شعبے کے ابتدائی زمانے میں ممتحنین کو اس امر کی بڑی شکایت تھی کہ طلبہ زبان میں ناقص تھے- سنہ ۱۸۳۶ ع میں ممتحن نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ بعض طلبہ نے انگریزی زبان میں کافی لیاقت بہم پہنچانے سے قبل سائنس

شروع کردی - اس کی راے میں زبان کی تعلیم کی مدت بڑھا دی جاے اور اس کے بعد سائنس وغیرہ شروع کرائی جائیں ۔ چند سال بعد سر ای۔ ریاں نے معائنہ کے وقت یہ بیان کیا کہ سارے مدرسہ میں شاید ہی کوئی لڑکا ہو جو انگریزی صحت اور اچھے تلفظ کے ساتھہ پڑھ سکتا ہو ' اگرچہ ان میں سے بعض برنکلے کی ہیئت پڑھتے تھے —

سنہ ۱۸۳۹ ع میں تعلیمی ترقی کے بہت اچھے آثار نظر آتے ہیں چنانچہ سالانہ امتحان میں ممتحنوں نے اعتراف کیا کہ طلبہ کی لیاقت ریاضیات کی مختلف شاخوں میں بہت اچھی ہے اور ملٹن کی کتاب Paradise Lost سے جو اشعار تشریح کے لئے دیے گئے تھے ان کے معانی و مطالب خوبی سے بتاے اور سوالات کے جوابات بہت معقول دیے - مضامین اور ترجمے جو گورنمنٹ کی خدمت میں بھیجے گئے تھے وہ پسند کئے گئے - ادنی جماعتوں کی حالت بھی قابل اطمینان پائی گئی —

مشرقی اور مغربی شعبوں کا انضمام

انگریزی اور مشرقی شعبے کئی سال تک نصاب تعلیم نیز تقریباً ہر پہلو سے ایک دوسرے سے جدا اور مختلف رہے جب پرنسپل کا تقرر ہوا تو اس نے (مسٹر بترو لے) اس امر کی ضرورت محسوس کی کہ دونوں شعبوں کی تعلیم کو ملا کر ایک کردیا جاے اور اس تجویز کو عمل میں لانے کے لئے کامل کوشش کی جاے تاکہ بالآخر ان دونوں کی تعلیم اگر بالکل یکساں اور ایک نہ ہو سکے تو کم سے کم برابر ضرور ہو جاے —

اس مقصد کے مد نظر سنہ ۱۸۴۳ ع میں دونوں شعبوں کا امتحان لیا گیا اور جہاں تک ممکن ہوا یہ امتحان ایک ہی مضامین میں لیا گیا اور ایک ہی سوالات دیے گئے - نتیجے میں مشرقی شعبہ کسی طرح مغربی شعبے سے کم نہ رہا۔

لفٹننٹ گورنر بہادر نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور اس کے قائم رکھنے کی خواہش ظاہر کی - نیز انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ دونوں شعبوں کو ایک ہی مکان میں ایک چھت کے نیچے تعلیم دینے سے اس تجویز کی کامیابی میں زیادہ سہولت پیدا ہوگی ' علاوہ اس کے بعض اور وجوہ بھی ہیں جن کی بنا پر ان کا ایک جگہ رکھنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے - چنانچہ دوسرے ہی سال یعنی سنہ ۱۸۴۴ ع میں اس پر عمل در آمد شروع ہوگیا —

دونوں شعبوں کی تعلیم کو ایک کردینے کا مقصد یہ تھا کہ دونوں شعبوں میں تاریخی ' اخلاقی اور سائنٹفک مضامین کی تعلیم یکساں طور پر دی جائے - ان مضامین کے ذیل میں حساب ' جیومیٹری ' الجبرا نیچرل فلاسفی ' جغرافیہ ' تاریخ ہند ' معاشیات (پولیٹیکل اکانومی) اور اصول قانون (جورس پروڈنس) کا خاص طور پر ذکر کیا گیا تھا - کالج کے پرنسپل مسٹر بٹرو کا خیال تھا کہ ایسے مضامین اور علوم کی تعلیم سے جو دیسی مدارس میں عموماً نہیں پڑھائے جاتے اُس تعصب اور تنگ خیالی میں کمی پیدا ہوگئی ہے جو صرف عربی فارسی پڑھنے والوں میں پیدا ہوجاتی ہے - اور جب موجودہ نسل کے اساتذہ رخصت ہوجائیں گے اور اِن کے جانشین وہ ہوں گے جنھوں نے جدید طریقے پر تعلیم پائی ہے - تو روشن خیالی میں اور بھی زیادہ ترقی ہوجائے گی —

انگریزی اور مشرقی شعبوں کے نصاب تعلیم کے یکساں کرنے کے ساتھ ساتھ ایک مبارک کام یہ ہوا کہ دیسی زبان (اردو) کی تعلیم و تکمیل کی طرف بھی توجہ شروع ہوگئی - یہ غالباً لفٹننٹ گورنر بہادر کی اس رائے کا اثر معلوم ہوتا ہے جو انھوں نے صوبے کی تعلیمی رپوٹ پر تبصرہ کرتے ہوے ظاہر کی تھی کہ " دهلی میں بھی ' جہاں فصیح ترین زبان بولی

جاتی ہے اور جسے ہر طبقہ کے لوگ بولتے اور سمجھتے ہیں ' طلبہ کو نصیم زبان میں انشاپردازی یا با محاورہ ترجمہ سکھانے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ دوسری زبانوں سے اردو میں ترجمہ کرتے وقت اکثر یہ ہوتا ہے کہ جملوں کی نحوی ساخت بدل دی جاتی ہے لیکن اصل زبان کا اسلوب بیان اور طرز ادا جوں کا توں رہتا ہے" —

سالانہ رپوٹوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دلی میں انگریزی پڑھنے کا شوق دن بدن بڑھتا جاتا ہے۔ اس شوق کا پتا سنہ ۱۸۳۳ ء کی روئداد سے لگتا ہے جب کہ انگریزی شعبے میں ۱۱۶ نئے طالب علم داخل ہوے۔ سنہ ۱۸۴۵ ء میں پرنسپل نے رپوٹ کی کہ ابتدائی جماعتوں میں طالب علموں کی تعداد اس قدر زیادہ ہوگئی ہے کہ عملے اور مکان میں اضافے کی ضرورت پڑے گی۔ لفٹننٹ گورنر بہادر نے جواب دیا کہ اگر تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ اس کی تعلیم آسانی سے ممکن نہیں تو داخلے میں کمی کرنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں یا تو داخلے کی فیس بڑھا دی جاے یا داخلے کا معیار لیاقت زیادہ کر دیا جاے۔ امیدواروں میں سے سب سے مستعد اور ہوشیار لڑکوں کے انتخاب کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ آئندہ اُمیدوار زیادہ تیاری کرکے آئیں گے اور ابتدائی جماعتیں خود بخود برخاست ہو جائیں گی۔ اب چونکہ دونوں شعبے ایک ہوگئے ہیں' اس لئے ان کا ذکر الگ الگ نہیں کیا جاے گا' دونوں ساتھ ساتھ آئیں گے۔ البتہ اس قدر ذکر کرنا مناسب معلوم ہوگا اور یہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اس سال (سنہ ۱۸۴۵ ء) طالب علموں کی تعداد ۴۶۰ ہوگئی۔ انگریزی کے ۲۴۵ ' عربی کے ۷۵ ' فارسی کے ۱۰۹ ' سنسکرت' کے ۳۱ طالب علم تھے۔ جن میں ۱۵ عیسائی ۱۴۶ مسلمان اور ۲۹۹ ہندو تھے —

اس سے ظاہر ہے کہ پرانی بدگمانی رفع ہو گئی تھی اور کالج رفتہ رفتہ مقبول ہوتا جاتا تھا۔ مسلمانوں کی تعداد اگرچہ بہت زیادہ نہ تھی تاہم کافی تھی —

انگریزی شعبے کے طلبہ میں سے ۲۴۰، سنسکرت کے تمام طلبہ یعنے اکتیس کے اکتیس اُردو پڑھتے تھے ناگری یا ہندی پڑھنے والے کُلّہم ۴۲ تھے —

یہ تعداد خود اپنی زبان سے اُردو کا کلمہ پڑھ رہی ہے۔ یعنے ۴۶۰ میں سے ۴۵۵ اُردو پڑھنے والے تھے اور ہندی پڑھنے والے فقط ۴۲۔ اور یہ بھی ہندی اس لئے پڑھتے تھے کہ بعض اُن میں سے فوج میں منشی گری کی نوکری کر لیتے تھے اور وہاں اس کی ضرورت پڑتی تھی —

سنہ ۱۸۴۵ - ۴۶ کی رپوٹ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ نصاب کی کتابوں کا تعین گورمنٹ کی منظوری سے ہوتا تھا لیکن کام کی مقدار کا تعین پرنسپل اور مدرسین کے ہاتھ میں تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض طلبہ جو غیر معمولی طور پر ذہین اور محنتی ہوتے تھے وہ باقی طلبہ سے آگے نکل جاتے تھے۔ مدرس زیادہ تر ایسے ہی طلبہ کی طرف توجہ کرتے تھے کیوں کہ اُن کی وجہ سے اُن کے کام کی داد ملتی تھی۔ اس طرح ایک جماعت کے دو دو تین تین فریق ہو جاتے تھے۔ سال کے آخر میں صرف ایک ہی فریق نصاب پورا کرتا تھا، باقی طلبہ کی تعلیم میں بہت کم ترقی ہوتی تھی۔ اس سے جماعت کی عام ترقی پر برا اثر پڑتا تھا۔ لہذا کمیٹی نے یہ تجویز کی کہ ہر سال کے شروع میں جماعت کا سال بھر کا کام پہلے سے مقرر کردیا جاے اور پھر اُسے بارہ مہینوں میں تقسیم کیا جاے اور ماہانہ امتحانات میں دیکھ لیا جاے کہ اس مہینے میں جو سبق پڑھاے گئے ہیں وہ طلبہ نے بخوبی سمجھ

لیے ہیں یا نہیں - سال کے آخر میں اسی مدرس کا کام سب سے بہتر سمجھا جائے گا جس کے طالب علم زیادہ سے زیادہ تعداد میں کامیاب ہوں گے - جو طالب علم زیادہ ذہین اور محنتی ہیں وہ اپنا وقت اپنے ذوق کے مطابق دوسرے مضامین کے مطالعہ میں صرف کریں اور جو طالب علم باقی جماعت کے ساتھ نہیں چل سکتے وہ آیندہ سال نیچے کی جماعت کے ساتھ اُسی نصاب کو پھر پڑھیں —

یہ تجویز بہت مناسب اور معقول خیال کی گئی اور کمیٹی نے یہ خود پیش کی کہ آیندہ امتحان کے بعد جہاں تک جلد ممکن ہو ہر جماعت تجویز بالا کے مطابق ایک گوشوارہ ہر جماعت کی تعلیم کا تیار کرکے پیش کیا جائے تاکہ وہ گورمنٹ میں بغرض اطلاع بھیج دیا جائے —

اس سال میقات ختم ہونے پر ۲۶ دسمبر ۱۸۴۶ع کو تقسیم انعامات کا جلسہ ہوا اعلی جماعتوں کے امتحان کے لیے تاریخ ' انگریزی ' عربی ' سنسکرت کے سوالات کے پرچے گورمنٹ کی جانب سے وصول ہوے اور قانون ' سیاست مدن (معاشیات) نیچرل فلاسفی Smiths, Moral Sentiments کے سوالات اور انشاپردازی کا پرچہ کالج ہی میں مرتب کیا گیا —

ریاضی ' طبیعیات ' نیچرل تھیالوجی اور سیاست مدن کے سوالات کے پرچے انگریزی اور مشرقی شعبے کے لیے ایک ہی تجویز کئے گئے تاکہ دونوں شعبوں کی استعداد کا مقابلہ کیا جاسکے - مضمون نگاری کا موضوع بھی دونوں کے لئے ایک ہی رکھا گیا ' جو یہ تھا —

" بالائی (شمالی) ہندستان پر ریلوں کے جاری
ہونے سے کیا اخلاقی اثر پڑے گا " —

تاریخ کے سوالات جدا جدا تھے ' کیونکہ مشرقی شعبے میں یہ مقابلہ

انگریزی شعبے کے اس مضمون کی تعلیم کم ہوی تھی - جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ تاریخ کی کتابوں کے ترجمے مہیا نہیں ہوسکے تھے - تاہم دونوں شعبوں کے طلبہ کے جوابات بہت قابل اطمینان پائے گئے —

ادنی جماعتوں کا امتحان ڈاکٹر راس نے لیا اور طلبہ کی استعداد ترقی پر اظہار مسرت کیا اور خصوصاً مبتدیوں کے عمدہ تلفظ کو بہت پسند کیا —

سالانہ امتحان کے موقع پر دھلی اور قرب و جوار کے فارسی طلبہ کو ادنی وظائف کے مقابلے کی دعوت دی گئی باھر سے ۲۸ طالب علم شریک ہوے جن میں سے سات نے چار چار روپے ماھانہ کا وظیفہ حاصل کیا —

پرنسپل صاحب (ڈاکٹر سپرنگر) نے اپنی رپوٹ میں بڑے پتے کی بات لکھی ہے - وہ لکھتے ھیں کہ فارسی جماعتوں کی تعلیم ناقص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مولوی صاحب (مدرسین فارسی) پر تکلف یعنے مسجع مقفی طرز تحریر کے دلدادہ ھیں اور متاخرین کے کلام کو پسند کرتے ھیں —

سنسکرت کے شعبے کی حالت خراب پائی گئی جس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ پنڈت صاحبوں پر پوری نگرانی نہیں رکھی جاتی - البتہ جب پرنسپل صاحب سنسکرت سے زیادہ واقف ہو جایئں گے تو اس شعبے میں ضرور ترقی ہوگی —

ھندی کی تعلیم بھی اچھی نہیں تھی - دونوں استادوں نے ھندی خود ھی محنت سے پڑھی ہے اور با وجود مقدور بھر کوشش کے ان میں معلم ہونے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوی —

شعبۂ مشرقی کے طلبہ انشا پردازی میں خاص طور پر ناقص پائے گئے اس کے متعلق ڈاکٹر سپرنگر نے مفصلۂ ذیل رائے کا اظہار کیا : —

" مولوی صاحب جو اپنے شاگردوں سے فارسی اور عربی سے اردو میں ترجمہ کراتے ہیں وہ اس قدر لفظی ہوتا ہے کہ میں نے اکثر یہ دیکھا ہے کہ اگرچہ طالب علم اپنے استاد کے منشا کے مطابق ترجمہ کرلیتا ہے لیکن اصل مفہوم سے نا آشنا رہتا ہے ' یہی وجہ ہے کہ مولویوں اور ان کے شاگردوں کا طرز تحریر بھدا اور زبان بے مزہ اور غلط ہوتی ہے - اُن کے خیالات ملایانہ طرز تعلیم کی وجہ سے نہایت محدود ہوتے ہیں - میری رائے میں مشرقی شعبے کے تمام نقائص میں سے سب سے پہلے اس کی اصلاح ہونی چاہئے اور مجھے یقین ہے کہ اس کے بعد دوسرے ہی امتحان میں ترقی نظر آئے گی " —

دہلی کے شرفا اور امرا میں زیادہ تر تعداد مسلمانوں کی تھی - ڈاکٹر سپرنگر چونکہ عربی زبان سے واقف تھے اس لئے انھوں نے وہاں کے شرفا میں خاصی مقبولیت حاصل کرلی تھی —

کالج کے مشرقی شعبے کے طلبہ میں جو یورپین ادب و علوم کا ذوق پیدا ہوگیا تھا وہ برابر جاری رہا - اس میں دہلی ورنیکلر سوسائٹی کی کوششوں نے بہت مدد دی اور اس سوسائٹی کے روح و رواں ڈاکٹر صاحب ہی تھے —

سنہ ۱۸۴۷ ع کا امتحان اس سال کے آخر اکتوبر میں شروع ہوا اور ۲۴ دسمبر تک رہا اور میقات ۲۶ دسمبر سنہ ۱۸۴۷ ع کو ختم ہوگئی —

اس سال بھی یہ اہم اصول مد نظر رہا کہ مشرقی شعبے کے درجوں کو مغربی علوم کی مبادیات کی تعلیم دی جاے - کمیٹی نے اس امتحان کا جو گوشوارہ تیار کیا تھا اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امتحان کے مضامین دونوں شعبوں میں تقریباً یکساں تھے - مثلاً احصاے تفرقات (Differential Calculus)' علم مثلث (Trignometry) ' اقلیدس' نیچرل فلاسفی' الجبرا' جغرافیہ' مضمون نویسی یہ سب مضامین دونوں کے ہاں تھے - البتہ تاریخ کے مضمون میں کچھ فرق تھا - انگریزی شعبے میں مارشمین' ہیوم' گبن وغیرہ کی تاریخیں تھیں اور مشرقی شعبے میں مختصر خاکۂ تاریخ اور جامع التواریخ تھی - وجہ یہ تھی کہ انگریزی تاریخیں جو انگریزی شعبے میں پڑھائی جاتی تھیں ان کا ترجمہ اردو میں موجود نہ تھا اور یہ مجبوری تھی -

امتحان کے نتائج دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں شعبوں کی کامیابی قریب قریب یکساں ہے -

عربی اور فارسی شعبوں کی مجوزہ اصلاح

کمیٹی نے بہ نظر اصلاح یہ تجویز کی کہ عربی اور فارسی شعبوں میں صرف مفید اور کار آمد علوم کا درس دیا جاے اور عربی صرف و نحو' منطق' فقہ اور حدیث وغیرہ کی اعلیٰ کتابیں نصاب تعلیم میں نہ شریک کی جائیں بلکہ ان کی تعلیم عام لکچروں کے ذریعہ دی جاے - اس کے متعلق کمیٹی کو اطلاع دی گئی کہ کمیٹی نصاب تعلیم میں اس قسم کے تغیر و تبدل کی مجاز ہے جس سے طلبہ کی دماغی ترقی متصور ہو' اگر ضرورت ہو تو وہ ایسے اصحاب کو بلا معاوضہ لکچر دینے کی اجازت دے سکتی ہے جو اس کام کے اہل ہوں' گورنمنٹ کو بھی ان اشخاص کے تقرر میں کوئی عذر نہ ہوگا -

سنسکرت اور ہندی کے شعبے

جب کمیٹی کی توجہ اس طرف منعطف کی گئی کہ سنسکرت اور ہندی شعبوں میں کسی قسم کی کوئی ترقی نظر

نہیں آتی تو کمیٹی نے یہ تجویز کی کہ سنسکرت کی جماعت توڑ دی جاے۔ اور ہندی کے شعبے کو زیادہ کارآمد اور بہتر بنایا جاے۔ ہندی زبان تمام طلبہ کے لئے لازمی کردی جاے اور وظیفے کے لئے ہندی کا جاننا لازم قرار دیا جاے۔ لفٹنٹ گورنر بہادر نے اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا اور یہ لکھا کہ سنسکرت کی جماعتوں کا برخاست کرنا اہل ملک اور طلبہ کو ملک کی ایک قدیم اور علمی زبان کے علم سے محروم رکھنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ ہندی کے متعلق یہ لکھا کہ ایک ایسی زبان کا علم تمام طلبہ کے لئے لازم قرار دینا جو ملک کی سرکاری اور دفتری زبان نہیں ہے ہماری راے میں درست نہیں۔ علاوہ اس کے مسلمان طلبہ جن کی تعداد اس کالج میں بہت بڑی ہے اسے اچھی نظر سے نہیں دیکھیں گے —

انگریزی شعبے کی ترقی

دو سال قبل انگریزی شعبے کے صرف چھ طالب علم ایسے تھے جو امتحان میں سوالات کے جوابات انگریزی میں لکھنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ اس سال ۵۲ نے تاریخ کے سوالات کے جواب انگریزی میں لکھے اور ۴۵ طالب علموں نے (علاوہ درجۂ اول کے طلبہ کے) جیومیٹری (علم ہندسہ) کا مطالعہ شروع کیا اور ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کی تعلیم چار سال سے اوپر کی ہو۔ لہذا کمیٹی نے یہ راے ظاہر کی کہ صرف چند منتخب طلبہ پر خاص توجہ مبذول نہیں کرنی چاهئے بلکہ عام طور پر ترقی کا خیال رکھنا چاهئے —

سنہ ۱۸۴۸ ع کا امتحان

سنہ ۱۸۴۸ ع کا امتحان ۲۴ نومبر سے ۲۱ دسمبر تک یعنے ۲۱ دن تک رہا۔ (باستثنائے ایام تعطیلات) —

ریاضیات اور تاریخ کے پرچے گورمنٹ نے مرتب کراکر بھیجے باقی پرچے کالج کے مدرسین نے تیار کئے - باقی جماعتوں کا امتحان اردو کے مولوی مملوک علی نے اور انگریزی کا قائم مقام پرنسپل نے لیا —

مسعودی ' تاریخ یمینی ' قدوری ' میر قطبی ' حماسہ ' حسینی کے
پرچے گورمنٹ نے بھیجے اور سنی اور شیعہ طلبہ کی اعلی جماعتوں کو دیے
گئے - ان کے تحریری جواب مفتی صدرالدین صاحب نے معائنہ کئے - عربی
کی باقی جماعتوں کا امتحان بھی مفتی صاحب ھی نے لیا - عربی جماعتوں
کے پرچے ڈاکٹر سپرنگر نے بھی دیکھے - فارسی جماعتوں کا امتحان بھی
مفتی صاحب ھی نے لیا - ان کی راے میں ان جماعتوں کے طلبہ کی قابلیت
نہایت عمدہ تھی - تاریخ اور سائنس وغیرہ کا امتحان ' جن کی تعلیم اردو
میں ھوتی تھی ' تحریری ھوا اور جوابات قائم مقام پرنسپل نے ماسٹر رامچندر
اور اجودھیا پر شاد (مدرسین سائنس) کی معیت میں دیکھے —

مضمون نویسی کے لئے عنوان مسٹر کوپ نے دیا تھا اور یہ مضمون انگریزی
کی دو اعلی جماعتوں اور مشرقی شعبے کی چار جماعتوں کے طلبہ کو لکھنے
کے لیے دیا گیا - انگریزی میں موتی لال کا مضمون بہ لحاظ زبان اور بہ لحاظ
طریقۂ بیان سب سے بڑھ کر رھا - مشرقی شعبے کے طلبہ میں محمد حسین *
کا مضمون سب سے بہتر خیال کیا گیا - بہت سی معلومات اس مضمون
میں ایسی کتابوں سے حاصل کی گئی تھیں جو نصاب تعلیم میں شریک نہ
تھیں اس کی وجہ یہ تھی کہ اس طالب علم کا تعلق دھلی گزٹ یا دھلی
اردو اخبار سے تھا اور اس لئے اُسے اردو اخبارات کے پڑھنے کی عادت تھی
اور ان سے اس نے بہت سی مفید معلومات بہم پہنچائی تھیں - اس لئے
یہ بھی معلوم ھوتا ھے کہ بعض اردو اخبار ھندوستان میں صحیح اور مفید
معلومات کی اشاعت میں بہت اچھا کام کررھے ھیں —

---

* شمس العلما محمد حسین آزاد ھیں —

ہندی | اگرچہ ہندی کی تعلیم لازمی نہ تھی لیکن اس کی طرف ہر سال زیادہ توجہ ہوتی جاتی تھی - عربی کے ۸۳ اور انگریزی کے ۶۵ طلبہ بیتال پچیسی پڑھ سکتے تھے اور ۱۹ پریم‌ساگر ' اور بہت سے ناگری خط میں لکھ سکتے تھے —

تمغہ یاب | اس سال انگریزی جماعت میں مسٹر گوپال سہاے کو برنکلے کی کتاب ہئیت کے بہترین جوابات دینے پر چاندی کا تمغہ عنایت ہوا جو سر تی - مٹکاف نے کمیٹی کو اسی غرض سے دیا تھا - انہوں نے الفسٹن کی تاریخ ہند کے لئے بھی ایک تمغہ تجویز کیا تھا وہ کوئی حاصل نہ کرسکا —

سنہ ۵۰ - ۱۸۴۹ | اس سال ۸۷ طلبہ فارغ التحصیل ہوے جن میں سے پانچ رڑکی کالج کی جماعت سوم میں گئے اور دس نے ملازمت حاصل کی —

سالانہ مضمون نویسی کے لئے مسٹر جے گبنز نے ذیل کا مضمون تجویز کیا :—

" اسلامی اور انگریزی حکومتوں کے تحت آزادی رعایا
کے بارے میں کیا فرق تھا " —

اس مضمون کے جوابی پرچوں میں تاریخی اور عام معلومات اچھی خاصی پائی گئیں اور لکھنے والے قومی تعصبات سے بری تھے - موتی لال کا مضمون انگریزی میں اور محمد حسین کا اردو میں سب سے بہتر خیال کیا گیا - موتی لال نے اس کے علاوہ مضمون نویسی کے دو تمغے بھی حاصل کئے ایک نقرئی تمغہ انگریزی مضمون کا تاریخ برطانیۂ ہند پر ' یہ سر تی - مٹکاف کا عطا کردہ تھا - دوسرا طلائی تمغہ جو اردو مضمون کے لئے سرھر برٹ میڈوک نے عطا کیا تھا - یہ مضمون دونوں شعبوں کے طلبہ کے لئے

تھا ۔ مضمون کا عنوان یہ تھا : —

" مختلف آزاد پیشے اور مفید کار و بار جو ہندستانی دیسی ریاستوں میں پائے جاتے ہیں اور ہر ایک میں کامیابی کے بہترین طریقے' خواہ ابتدائی تربیت کے لحاظ سے یا ما بعد کی مساعی کے اعتبار سے "—

موتی لال اس کے بعد لاہور کے بورڈ آف ایڈمنسٹریشن میں ایک سو پچاس روپے ماہانہ پر ملازم ہوگئے —

کالج کی حالت اب بہت درست ہوگئی تھی اور ہر طرف سے اطمینان حاصل ہوگیا تھا اور زیادہ توجہ اب نصاب تعلیم کی اصلاح کی طرف ہوگئی تھی سنہ ۱۸۵۳ ع میں طلبہ کی تعداد یہ تھی —

انگریزی	۱۹۹	جملہ ۳۲۰
عربی	۳۹	
فارسی	۵۷	
سنسکرت	۲۵	

عیسائی	۱۰	۳۲۰
مسلمان	۹۳	
ہندو	۲۱۷	

انگریزی شعبے کے سب کے سب یعنے ۱۹۹ طالب علم اور سنسکرت شعبے کے بھی کل طالب علم یعنے پچیس کے پچیس اردو پڑھتے تھے ۔ فارسی عربی والوں کو تو یوں بھی پڑھنی ہی پڑتی تھی —

فارسی شعبے میں سے ۷ انگریزی اور فارسی عربی کے ۷۴ ناگری اور انگریزی شعبے کے ۸ فارسی پڑھتے تھے —

اس سال ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے کالج کو کسی قدر دھچکا لگا - وہ یہ تھا

ماسٹر رام چندر اور چمن لال کے عیسائی ہونے سے شہر میں ھیجان

کہ ماسٹر رام چندر جو اردو میں سائنس پڑھاتے تھے اور لالہ چمن لال فرسٹ سب اسسٹنٹ سرجن دھلی دونوں کے دونوں عیسائی ھوگئے - اس سے دلی کی مخلوق بہت بگڑی اور شہر میں بڑا غلغلہ پیدا ھوا - ایسا سننے میں آیا ھے کہ بعض اور طالب علم عیسائی ھونے پر تلے ھوے تھے لیکن دلی والوں کے ڈر سے رہ گئے - لیکن تارا چند نے بعد میں عیسائی مذھب قبول کر لیا - جو ریورنڈ تاراچند کے نام سے مشہور ھوے اور چند سال کا عرصہ ھوا اجمیر میں انتقال کر گئے - ۱۱ جولائی کو ماسٹر رام چندر اور چمن لال نے بپتسمہ لیا - ۱۰ جولائی تک کالج میں داخلہ برابر ھوتا رہا اور طلبہ کی تعداد ۳۴۲ تھی لیکن اس خبر کے اڑتے ھی دفعتاً داخلہ بند ھوگیا اور چوبیس پچیس لڑکوں نے فوراً اپنے نام کٹوالئے - لیکن جنوری سنہ ۵۳ ء میں لوگوں کا جوش و خروش ٹھنڈا پڑگیا اور پھر لڑکے داخل ھونے شروع ھو گئے —

مسٹر کارگل پرنسپل کالج نے مشرقی شعبے کے نصاب تعلیم کے متعلق ایک تجویز گورنمنٹ میں پیش کی - وہ لکھتے ھیں کہ مسلمانوں میں جدید تعلیم کی طرف سے جو بدگمانی اور تعصب تھا وہ اب کم ھوتا جا رہا ھے اور " اب وہ سمجھ گئے ھیں کہ تاریخ اور نیچرل سائنس کی تعلیم منطق، فقہ اور تفسیر کے مقابلے میں زیادہ اہم ھے - منطق و فقہ و تفسیر کا پڑھنا نہایت ضروری ھے تاکہ طلبہ عربی اور فارسی زبانوں سے بخوبی واقف ھو جائیں - کیونکہ تاریخ اور نیچرل سائنس پر کافی

کتابیں نہیں ہیں جن کے مطالعہ سے ان زبانوں کا علم حاصل ہوسکے ، لیکن اس میں شک نہیں کہ اگر اس قسم کی کتابیں مہیا ہو جائیں تو منطق و فقہ کی کتابیں پڑھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی ، لہذا گورمنٹ کی توجہ اس جانب مبذول کی جاتی ہے کہ کالجوں میں عربی اور فارسی کی تاریخوں کے بہت اچھے کتب خانے قائم کئے جائیں - ایسے منطق پر زیادہ تر توجہ صرف کرنا جس میں نہ فلسفہ ہے نہ عقلیت بے سود ہے - اب رہی فقہ ، سو اس کا بالکل خارج کر دینا خلاف دانشمندی ہوگا - عربی کے علما ایک معقول اور مختصر نصاب تعلیم اس مضمون کا انتخاب کرکے مرتب کرسکتے ہیں - ریاضیات اور نیچرل سائنس کے متعلق میری یہ رائے ہے کہ جب انگریزی کا نصاب قطعی طور سے متعین ہو جائے تو اس کا اردو میں ترجمہ کرکے مشرقی شعبے کے لئے مقرر کر دیا جائے - ایسے نصاب کی سخت ضرورت ہے - گزشتہ تجربہ اس کا شاہد ہے کہ ایسی کتابوں کے ترجمے اور طبع پر وقت اور روپیہ صرف کرنا جو کبھی پڑھنے میں نہ آئیں گی ، بیکار ہے - مشرقی شعبے کا طالب علم سائنس کی تعلیم میں آگے بڑھ رہا ہے اور کسی طرح اپنے حریف یعنی انگریزی شعبے کے طالب علم سے پیچھے نہیں ہے ، لیکن اندیشہ یہ ہے کہ مناسب کتابوں کے نہ ہونے سے وہ بخوبی اس علم کو حاصل نہیں کرسکتا جو کتابوں کے موجود ہونے سے کرسکتا تھا - حال ہی میں کالج کا معائنہ بعض نہایت قابل فوجی افسروں اور مشنریوں نے کیا جو معاملات تعلیم سے بخوبی واقف تھے - انھوں نے

مشرقی شعبے کے طلبہ کا امتحان لیا اور اُن سے علم ھئیت ،
جنرل سائنس ، اور اخلاق اور مذھبی مسائل پر گفتگو کی -
ان سب کا یہ بیان ہے کہ اس شعبے میں قطعی طور سے بہت
بڑی ترقی پائی جاتی ھے اور مختصر یہ کہ تمام ھندوستان میں
کسی جگہ ترقی کے ایسے آثار نظر نہیں آتے "

اسی پر لفٹنٹ گورنر بہادر نے جو جواب دیا اس کا خلاصہ یہ ہے —
لفٹنٹ گورنر ، پرنسپل صاحب کی راے سے اتفاق کرتے ھیں اسلامی فقہ ،
مذھب اور منطق کی تعلیم اُسی حد تک ھونی چاھئے جہاں تک ان کے
مطالعہ سے زبان اور اصول فقہ کے علم حاصل ھونے میں مدد ملے ان خاص
اور رسمی علوم کے مطالعہ میں زیادہ وقت صرف کرنا مناسب نہیں معلوم
ھوتا - عربی ادب سے ایسے مفید انتخابات جو مستند اور اعلی درجے کی
کتابوں سے کئے جائیں گے کالجوں میں جاری کرنے سے موجودہ نظام تعلیم
کی خرابیاں بہت کچھ کم ھو جائیں گی - ایسے انتخاب کی ترتیب کے لئے
دھلی کمیٹی کے پاس خاص سہولتیں موجود ھیں اور اگر وہ اس معاملے
میں کوشش کرے گی تو ھز آنر اُسے بنظر تحسین دیکھیں گے - مشرقی شعبے
کے طلبہ کی سائنس کی ترقی کے متعلق جو یقین دلایا گیا ھے اس پر
بیحد مسرت کا اظہار فرمایا - اور آخر میں یہ تحریر فرمایا کہ لفٹنٹ
گورنر کی خوشی کا موجب ھوگا اگر کمیٹی اردو تعلیم کے ایسے نصاب کے
انتخاب کا اهتمام کرے گی جس کی سفارش سکرٹری نے کی ھے " —

سنہ ۱۸۵۴ ء

وہ طوفان جو ماسٹر رام چندر اور ڈاکٹر چمن لال کے تبدیل
مذھب پر اٹھا تھا ، بالکل فرو ھوگیا اور طلبہ کی تعداد
میں کسی قدر اضافہ ھوا - سنہ ۵۳ ء میں تعداد ۳۱۵ تھی ، اس سال

۳۳۳ ہوگئی —

مسلمان طلبہ میں انگریزی زبان سکیھنے کا شوق بڑھتا جاتا تھا اور گورمنت نے بھی لوکل کمیٹی کے یہ امر ذہین نشین کرنے کی کوشش کی کہ گورمنت کا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ مشرقی شعبے کے تمام طلبہ انگریزی پڑھنے پر مجبور کئے جائیں ' لیکن اس کی تمنا ضرور ہے کہ اگر انگریزی زبان نہ سیکھیں تو کم از کم مغربی سائنس ہی کی تعلیم اپنی مادری زبان میں حاصل کریں ' کیونکہ تجربے نے ثابت کر دیا ہے کہ اس طریقہ سے بھی نہایت مفید اور کار آمد معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں —

تعداد طلبہ بحیثیت تعلیم زبان		
	صرف انگریزی پڑھنے والے	۱۹
	انگریزی اور اردو پڑھنے والے	۱۹۲
انگریزی اردو اور فارسی مل کر پڑھنے والے		۱
صرف اردو پڑھنے والے		+
اردو کے ساتھہ فارسی اور عربی پڑھنے والے		۹۵
اردو کے ساتھہ ہندی یا سنسکرت پڑھنے والے		۲۷
محض ہندی پڑھنے والے		+
ہندی اور سنسکرت پڑھنے والے		+
ہندی اور فارسی و عربی پڑھنے والے		۹۵
محض فارسی پڑھنے والے		۵۷
محض عربی پڑھنے والے		۳۸
محض سنسکرت پڑھنے والے		۲۷

عربی فارسی کے تمام متعلمین ہندی پڑھتے تھے اس میں مصلحت یہ تھی کہ ان زبانوں کے طلبہ عموما اعلی قابلیت کے ہوتے تھے اور جب وہ

دیہات میں جاتے تھے تو گانو والوں سے معاملہ کرنے میں یہ زبان کار آمد ثابت ہوتی تھی - سنسکرت پڑھنے والے بلا استثنا اردو پڑھتے تھے - ان کے لئے ہندی کا پڑھنا ضروری نہیں تھا اس لئے کہ سنسکرت اور اردو کا طالب علم ہندی زبان لازمی طور پر سمجھتا ہے —

تعداد طلبہ بلحاظ مذہب			
	عیسائی	۱۵	
	مسلمان	۱۱۲	جملہ ۳۳۳
	ہندو	۲۰۶	

اس سال مسلمان طلبہ کی تعداد میں بین اضافہ ہوا اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ اس سال زبان اردو کی تعلیم پر خاص زور دیا گیا تھا ' اس لئے مسلمان زیادہ داخل ہوے اور ان میں سے نصف تعداد نے انگریزی بھی سیکھنی شروع کردی تھی - اس پر انگریزوں میں بڑی خوشیاں منائی گئیں - مسٹر کار گل نے جو کہا تھا کہ مسلمانوں میں سے تعصب اٹھتا جاتا ہے وہ بات سچ نکلی —

اس سال انگریزي سے اردو میں ترجمہ کی خاص مشق کرائی گئی - اس کام کے لئے تیرہ گھنٹہ روزانہ وقف کر دیا گیا تھا - بہت سے طالب علم ایسے تھے جن کے پاس الفاظ کا ذخیرہ تو کافي تھا لیکن وہ آسانی سے صحیح ترجمہ کرنے سے قاصر تھے - فارسی زبان کے اساتذہ سینیر یا اعلی جماعتوں کو اردو پڑھاتے تھے —

انگریزی اور اردو میں مضمون نویسی کے لئے تمغے

مٹکاف صاحب مرگئے تھے' اس لئے کالج فنڈ سے ہر سال بیس روپیہ کا تمغہ تیار کرایا جاتا تھا اور انگریزی میں سب سے بہتر مضمون لکھنے والے کو ملتا تھا اس سال یہ تمغہ بھگوانداس کو ملا -

مفتی صدرالدین صاحب کا تمغہ اردو زبان میں بہترین مضمون لکھنے والے

کو دیا جاتا تھا وہ خواجہ ضیاءالدین کو ملا - مضمون کا عنوان یہ تھا :-

"شاہی اور مخلوط قسم کی حکومت میں کونسی بہتر ہے
اور اس کی فضیلت کی کیا وجہ ہے ؟" —

مسٹر وھرٹر نے ایک نقرئی تمغہ میکینکس کے لئے دیا - مضمون اردو میں لکھوایا گیا - شیخ ضیاءالدین کو ملا -

نیچرل فلاسفی پر اردو میں لکچر

ڈاکٹر میوآت نے ھز آنر کو لکھا تھا کہ اردو کے شعبۂ سائنس میں ریاضی ھی پر تمام کوشش نہیں صرف ھونی چاھئے بلکہ نیچرل فلاسفی اور مخلوط ریاضی پر بھی اردو زبان میں لکچر دینے چاھئیں۔ ھز آنر نے اس تجویز کو بہت پسند کیا اور بیان کیا کہ بنارس اور آگرہ کے کالجوں میں اس طریقے سے بیحد فائدہ پہنچایا جارھا ھے' یہی التزام دلی میں بھی ھونا چاھئے - کلکتہ سے جو آلات منگائے گئے ھیں ان سے کام لیا جائے - چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی - تقریباً چھ سو روپے کے آلات کلکتہ سے آئے تھے - ماسٹر رام چندر سائنس کی تعلیم اردو زبان میں دیتے تھے —

سنہ ۱۸۵۴ع اور ناظم تعلیمات کا تقرر

سنہ ۱۸۵۴ع تک ممالک مغربی شمالی میں محکمۂ تعلیمات کا کوئی ناظم نہ تھا - یہ محکمہ براہ راست لفٹنٹ گورنر کے ماتحت تھا - ٹامسن صاحب گورنر ممالک مغربی شمالی تھے اور وھی اس صوبے کے تمام کالجوں کے وزیٹر تھے - اس وقت صوبے میں تین کالج تھے - دلی' آگرہ اور بنارس - بعد میں ایک کالج بریلی میں قائم کیا گیا -

کالجوں کے قیام کا منشا

کالجوں کے قیام کا منشا یہ تھا کہ ھندوستانیوں کو زبان اردو کے ذریعہ ادب اور سائنس کی تعلیم دی جائے۔ اس مقصد میں حکومت کو ایک گونہ کامیابی ھوئی - اس سال کالجوں میں جدید قواعد و ضوابط کا نفاذ ھوا - اس کا نتیجہ طلبہ کے حق میں اچھا نکلا اور یہ

سال تمام کالجوں میں سالہائے ماسبق کے مقابلے میں مسعود ثابت ہوا - سوائے دلی کے باقی تمام کالجوں میں مسلمان طالب علموں کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوا - دہلی میں مسلمان طلبہ کی کمی کی یہ وجہ بیان کی گئی کہ چھ مسلمان طالب علم جو عربی فارسی کی اعلیٰ جماعتوں میں تعلیم پاتے تھے ناظم صاحب تعلیمات نے ڈپٹی کمشنر جہلم کی درخواست پر فارسی اور اردو کے مدرسین کی حیثیت سے ضلع جہلم کے مدارس میں بھیج دیے - اسی طرح اور طلبہ نے بھی ملازمتیں اختیار کرلیں - البتہ دوسرے کالجوں میں مسلمان طلبہ کی تعداد میں نسبتاً ترقی نظر آتی ہے خصوصاً بریلی کالج میں - مسلمانوں کے لیے بڑی کشش شعبۂ علوم مشرقیہ میں تھی - ان تمام کالجوں میں مسلمان ۳۵۳ اور ہندو ۱۵۱۹ تھے - مسٹر ٹیلر پرنسپل دہلی کالج جن کا تعلق اس کالج سے عرصۂ دراز سے تھا اور اس کی حالت سے خوب واقف تھے ، اُن کا بیان ہے کہ دہلی کالج میں مسلمان طلبہ کی کمی کا ایک باعث یہ تھا کہ شہر میں متعدد فارسی اور عربی درسگاہیں کھل گئی تھیں اور عربی فارسی پڑھنے والے طلبہ ان قومی درسگاہوں میں بٹ گئے تھے - کالج کی عربی جماعت میں اُنیس کے انیس طالب علم مسلمان تھے - فارسی کی جماعتوں میں ۲۵ اور انگریزی میں ۲۱ - اس کے باوجود فارسی زبان تحصیل کرنے والے طلبہ میں ہندوؤں کی تعداد مسلمانوں سے کہیں زیادہ تھی —

شہر میں ایک فارسی اردو کا مدرسہ تھا اس کے مدرس مسلمان تھے - ۱۰۴ طلبہ اس میں تعلیم پاتے تھے ان میں سو ہندو تھے اور چار مسلمان - اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس زمانے میں ہندوؤں کو فارسی پڑھنے کا کس قدر شوق تھا اور دوسری بات یہ تھی کہ مسلمانوں کے مدرسے میں غیر مسلم طلبہ کے لئے کوئی روک ٹوک نہ تھی —

مسٹر ٹیلر نے ایک اور بات بھی لکھی ہے وہ کہتے ہیں کہ مسلمان شرفا ، نواب اور سلاطین دلی کالج کو ایک خیراتی درس گاہ تصور کرتے تھے

اور اس بنا پر اپنے بچوں کو وہاں تعلیم کی غرض سے نہیں بھیجتے تھے لہذا انھوں نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ استادوں کو ملازم رکھہ کر اپنے بچوں کو گھروں پر تعلیم دلاتے تھے لیکن اس کے برعکس ہندو مالدار سے مالدار اور عزت دار سے عزت دار ' دلی کالج کو تمام خانگی درس گاھوں پر ترجیح دیتا تھا اور اپنے بچے کو وہاں تعلیم دلانا پسند کرتا تھا اس وجہ سے ہر شعبے میں ہندو طلبہ کی تعداد مسلمانوں سے زیادہ رہتی تھی —

عیسائیوں کی تعداد تمام کالجوں میں گھٹتی جاتی تھی - اس کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے اپنے مدارس میں جہاں صرف انگریزی اور یورپ کی دوسری زبانوں کی تعلیم ہوتی تھی ' الگ کھول لئے تھے - آگرہ میں اس قسم کا مدرسہ قائم ہوگیا تھا —

اصول تعلیم کا تعین

تعلیم کا اصول یہ رکھا گیا تھا کہ گورمنٹ کالجوں میں آیندہ ایسے مضامین کی تعلیم دی جاے جو دیسی مدارس میں میسر نہ آسکے اور ہندوستانیوں کو اس کے حاصل کرنے کی ترغیب دی جاے - ناظم سررشتۂ تعلیمات ممالک مغربی شمالی نے لفٹنٹ گورنر سے اس پر عمل در آمد کی شد و مد سے التجا کی تھی اور اس غلطی پر متنبہ کیا تھا کہ بعض طالب علم محض اس خیال سے کالجوں میں داخل ہوجاتے ہیں کہ وہاں تعلیم کا نرخ ارزاں ہے اور تعلیم بھی کونسی جو کالج کے باہر بھی میسر آسکتی ہے - لہذا انھوں نے استدعا کی کہ ایسے طلبہ کو داخل ھی نہ کیا جاے (در اصل دلی کالج میں یہ صورت پیش آئی تھی ' بنارس کالج اس سے مستثنیٰ تھا) ناظم تعلیمات نے اس بات کی سفارش کی تھی کہ طلبہ کی دماغی اور ذہنی قوتوں کو علم کے ایسے شعبوں پر مرکوز کرایاجاے جو سب سے زیادہ کار آمد اور اہم ہیں موجودہ طرز تعلیم سے اساتذہ اور طلبہ

دونوں کی جان ضیق میں آجاتی ہے ' ان کے سامنے اتنے مضامین گڈمڈ کر کے
رکھہ دیے جاتے ہیں جن کا بار اُٹھائے نہیں اٹھتا اور غریب طلبہ
کی راہ ترقی مسدود ہوجاتی ہے - لہذا یہ تجویز کی جاتی ہے کہ کوئی لڑکا
دو زبانوں سے زیادہ نہ سیکھے - ہر ایسا طالب علم جو انگریزی پڑھتا ہے
صرف اردو لازمی طور پر پڑھے اور ناگری حروف سے بخوبی شناسا ہوجائے
تاکہ انہیں کامل صحت اور پوری آسانی سے بے روک ٹوک اور بے جھجک
اُٹھا لے اور اگر وہ گورمنٹ کا افسر مال گذاری ہوجائے تو اُسے کوئی دقت
پیش نہ آئے —

ہندی اُڑا دی جائے اور اردو کو ترقی دی جائے

اس کے ساتھہ یہ بھی تجویز کی کہ بنارس ' ساگر اور اجمیر کے علاوہ باقی کالجوں میں سے
ہندی کو یکسر اُڑا دیا جائے - وجہ یہ بیان کی گئی کہ تحصیلی اور دیگر
مدارس میں ہندی پڑھنے پڑھانے کا کافی انتظام ہے : تمام فارسي طلبہ پر
اردو پڑھنا لازمی کیا جائے اور انہیں کسی دوسری زبان سیکھنے کی اجازت
نہ دي جائے - شعبۂ عربی پر بھی یہ بات لازمی کردی جائے اور اس طرح جونیر
کلاسوں کے تمام طلبہ عربی' فارسی' انگریزی' اردو میں ایک جگہ ملا دیے
جائیں اور زبان اردو کا ایک الگ شعبہ قائم کیا جائے جس میں حساب' جبرومقابلہ '
جیومیٹری (علم ہندسہ) تاریخ اور جغرافیہ سے پوری واقفیت اور آگاہی حاصل
کی جائے یعنے طلبہ زبان اردو کے ذریعے اِن مضامین میں مہارت تامہ حاصل کریں
اور انگریزی عربی فارسی زبانوں کی تحصیل نکتہ فہمی اور دقیقہ سنجی
کے ساتھہ علحدہ علحدہ جماعتوں میں کی جائے - مزید برآں شعبۂ اردو
میں قواعد اردو اور زبان اردو میں مضمون نگاری کی کامل دسترس حاصل
کی جائے : انگریزی ' فارسی اور عربی زبانوں سے اردو میں ترجمہ کرنے

کی مشق بہم پہنچائی جاے - اسی طرح انگریزی فارسی اور عربی کی جماعتوں میں طلبۂ کو ایسی تربیت دی جاے کہ وہ اردو سے ان زبانوں میں ترجمہ کرنے کا ملکہ پیدا کرلیں" * —

لفٹنٹ گورنر کی منظوری

لفٹنٹ گورنر بہادر نے اس تجویز کو بہت پسند فرمایا اور خاص طور پر اردو شعبے کے علحدہ طور پر قائم کرنے کو بہ نظر استحسان دیکھا —

ہندی اردو دہلی کالج میں

دلی کالج میں نہ تو کوئی باقاعدہ ہندی جماعت تھی اور نہ کوئی طالب علم - شعبۂ سنسکرت کی جونیر جماعتوں میں حساب ' الجبرا ' جیومیٹری اردو زبان میں پڑھائی جاتی تھی - عربی فارسی کے طلبہ بیتال پچیسی ' سنگھاسن بتیسی اور پریم ساگر پڑھتے تھے ' یہ اس خیال سے کہ اگر کوئی طالب علم فوجی منشی گری کی خدمت قبول کرے تو اسے انجام دے سکے —

بنارس میں تمام جونیر جماعتوں میں ہندی اور اردو ساتھ ساتھ پڑھائی جاتی تھی —

۱۸۵۶ ع کی حالت

دسمبر سنہ ۱۸۵۵ ع اور دسمبر ۱۸۵۶ ع کے اختتام پر طلبہ کی تعداد علی الترتیب ۳۷۲ اور ۳۴۵ تھی - طلبہ کی تعداد میں کمی کو پرنسپل صاحب نے حسب ذیل وجوہ سے منسوب کیا —

۱ - شعبۂ سنسکرت دلی کالج سے اُڑا دیا گیا - اس سے ۱۴ کی کمی ہوی —

۲ - سرکاری اور دوسرے محکموں میں دلی کالج کے ۳۷ طلبہ ملازم

---

* مراسلۂ ناظم تعلیمات نشان ۴ مورخہ ۲ مئی سنہ ۱۸۵۵ ع مع رپوٹ دلی کالج -

ہوکر چلے گئے —

۳ - بعض غریب اور نادار طلبہ کے پاس اتنے دام نہ تھے کہ کتابیں خرید کر اگلی جماعتوں میں شریک ہوتے -

۴ - غیر حاضری کے متعلق نہایت سخت قواعد کا نفاذ ' جس کے سبب سے ۴۵ طلبہ کے نام خارج کردیے گئے -

۵ - ناظم صاحب کے حکم کے بموجب ہر چھمائی پر داخلہ عمل میں آیا اس لیے طلبہ کم داخل ہوے —

۶ - شہر میں مشن ھائی اسکول نے نادار طلبہ کی دستگیری کا ایسا بیڑا اٹھایا کہ کالج کی طرف غریب طلبہ نے رخ کرنا چھوڑ دیا —

طلبہ کی تعداد باعتبار قومیت | عیسائی ۴ ' ھندو ۲۸۵ ' مسلمان ۸۳ —

اردو | تمام طلبہ اردو میں درس پاتے تھے ' عربی اور فارسی کے طلبہ نے ھندی میں کافی استعداد پیدا کرلی —

مصارف تعلیم | ہر طالب علم پر اس سال تقریباً ۹۰ روپیہ ۸ آنے صرف ہوے —

ملازمت | چودہ طلبہ شعبۂ انگریزی کے اور ۲۳ شعبۂ مشرقیہ کے ملازم ہوے افسران کالج نے نئے پرانے طلبہ کو ملازمتیں حاصل کرنے میں بہت مدد دی —

شعبۂ علوم مشرقی | شعبۂ مشرقی میں فارسی کی تین جماعتیں تھیں ' ہر ایک جماعت کے دو فریق تھے اور چار عربی کی جماعتیں تھیں - شعبۂ فارسی میں ۶۶ اور شعبۂ عربی میں ۳۹ طالب علم تھے - ان جماعتوں کے علاوہ سائنس کی جماعتیں بھی تھیں جن میں بڑی احتیاط سے مغربی سائنس زبان اردو کے ذریعہ پڑھائی جاتی تھی - ماسٹر رام چندر اور دیگر اساتذہ بڑے شوق اور قابلیت سے درس دیتے تھے اور طلبہ ریاضی '

نیچرل فلاسفی اور تاریخ میں ایسے مستعد ہوگئے تھے کہ شعبہ انگریزی کے طلبہ سے برابر کا مقابلہ کرتے تھے اور اکثر بازی لے جاتے تھے - اس بارے میں رام سرن داس صاحب کی رائے پہلے لکھ چکا ہوں —

سنہ ۵۷ ع کے غدر میں کالج کا حشر

گیارھویں مئی پیر کا دن تھا - کالج کا وقت صبح کا تھا - پڑھائی حسب معمول ہورھی تھی - ساڑھے آٹھ بجے چند لالہ ھانپتے کانپتے آئے ، ان کی سراسیمگی اور وحشت کا عجیب عالم تھا - دوڑے آے اور جماعتوں میں بے تحاشا گھس گئے اور اپنے لڑکوں سے کہا ، گھر چلو ، بھاگو ، غدر مچ گیا ، سپاھی اور سواروں نے لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا ھے - یہ سنتے ھی لڑکے اپنے اپنے بستے سنبھال چمپت ہونے لگے - پرنسپل صاحب حیران و ششدر تھے کہ یہ کیا تماشا ھے - اتنے میں میگزین کا چپراسی آیا اور کمانڈنٹ کا خط لایا ، اس میں مرقوم تھا کہ شورش بپا ہوگئی ھے اور حالت لمحہ بہ لمحہ خطر ناک ہوتی جاتی ھے ، مصلحت یہ ھے کہ آپ فوراً مع انگریزی اسٹاف یہاں آجائیں اور میگزین میں پناہ لیں - پرنسپل ٹیلر ، رابرٹس ہیڈ ماسٹر ، اسٹوارٹ سیکنڈ ماسٹر ، اسٹینر تھرڈ ماسٹر بوکھلاے ہوے بھاگے اور میگزین میں پناہ گزیں ہوے —

مسٹر ٹیلر کالج ھی کی کوٹھی میں رھتے تھے ، رابرٹس کا بنگلہ بھی کالج کے احاطے میں تھا ، ان کے بیوی بچےبھی ساتھ رھتے تھے ، اسٹوارٹ منصور علی خان کی حویلی میں اور اسٹینر کشمیری دروازے کی طرف کسی مکان میں اقامت گزیں تھے - پروفیسر یسوع‌داس رام‌چندر چاندنی چوک میں ایک کوٹھی پر رھتے تھے —

اس کے بعد ھندوستانی سپاھیوں نے میگزین کو گھیر لیا - وہ ہر

انگریزی چیز کو تباہ کرتے چلے آتے تھے میگزین میں پانچ چھ انگریز افسر اور دو تین سارجنٹ تھے - ان لوگوں نے اپنی ننھی سی جماعت سے بڑی پامردی کے ساتھ مقابلہ کیا - لیکن تھوڑے ہی عرصے میں ہندوستانی سیڑھیاں لگا کر میگزین کی دیواروں پر چڑھ گئے - جب انگریزوں کو کمک کی کوئی توقع نہ رہی تو انھوں نے میگزین کو آگ لگا دی اور ہزاروں ہندوستانیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا - کوئی پانچ انگریز خود بھی لقمۂ اجل ہوئے —

مسٹر ٹیلر اور مسٹر اسٹینفورجان بچا کر بھاگے اور میگزین سے صحیح سلامت باہر نکل آئے، لیکن ہوش و حواس باختہ - حیران تھے کہ کہاں جائیں، ہر سمت موت کھڑی نظر آتی تھی - رابرٹس فریب تو وہیں ڈھیر ہوگیا اور اسٹوارٹ بھی میگزین کے شعلوں کے نذر ہوئے - بہزار دقت ٹیلر صاحب کالج کے احاطے میں آئے اور اپنے بڈھے خانساماں کی کوٹھری میں گھس گئے - اس نے انھیں محمد باقر صاحب مولوی محمد حسین آزاد کے والد ماجد کے گھر پہنچا دیا - مولوی محمد باقر سے ان کی بڑی گاڑھی چھنتی تھی - انھوں نے ایک رات تو ٹیلر صاحب کو اپنے امام باڑے کے تہ خانے میں رکھا لیکن دوسرے روز جب ان کے امام باڑے میں چھپنے کی خبر محلے میں عام ہوگئی تو مولوی صاحب نے ٹیلر صاحب کو ہندوستانی لباس پہنا کر چلتا کیا - مگر ان کا بڑا افسوسناک حشر ہوا فریب بیرام خاں کی کھڑکی کے قریب جب اس سج دھج سے پہنچے تو لوگوں نے پہچان لیا اور اتنے لٹھ برسائے کہ بچارے نے وہیں دم دے دیا - بعد میں مولوی محمد باقر صاحب اس جرم کی پاداش میں سولی چڑھائے گئے، اور اُن کا کوئی عذر نہ چلا - مولوی محمد حسین آزاد کا بھی وارنٹ کٹ گیا تھا -

مسٹر ٹیلر کے مارے جانے میں ان کی بھی سازش خیال کی گئی تھی اور اس پر بھی قوی شبہ تھا، مگر یہ راتوں رات نکل بھاگے اور کئی سال تک سر زمین ایران میں بادیہ پیمائی کرتے رہے جب معافی ہوئی تو ہندوستان واپس آے —

مسٹر ٹیلر نہایت قابل، نہایت ہمدرد اور شریف النفس انسان تھے ان کے مرنے کا سب کو رنج اور صدمہ تھا۔ ان کے حالات میں کالج کے اساتذہ کے عنوان کے تحت الگ لکھوں گا، اس سے معلوم ہوگا کہ یہ کیسا عجیب و غریب شخص تھا —

اسٹینڈر صاحب سب سے اچھے رہے، میگزین اڑنے سے جو اس کی چار دیواری میں درز پڑ گئی تھی اس سے ٹیلر صاحب کے ساتھ باہر نکل آے۔ ٹیلر صاحب کی اجل تو انھیں کالج کی طرف لے گئی اور ان کی حیات انھیں جمنا پار میرٹھ لے گئی۔ وہاں یہ زندہ پہنچ گئے اور غدر کی پر آشوب دارو گیر سے بچ گئے —

رہے پروفیسر رام چندر، یہ پیدل چل کر پن چکی کی سڑک پر ہوتے ہوے قلعے کے سامنے آے۔ انھوں نے دیکھا کہ چند ترک سوار یا مغلوں کا دستہ ننگی تلواریں ہاتھ میں لئے ہوے لال ڈگی کی سڑک پر آ رہا ہے یہ اسے دیکھ کر اپنے گھر کی طرف مڑ گئے اور چاندنی چوک کے کوٹھے پر صحیح سلامت پہنچ گئے۔ وہاں سے انھیں ان کے بھائی راے شنکر داس اپنے ساتھ لے گئے اور کایستوں کے محلے میں اپنے کسی عزیز کے ہاں جا چھپایا مگر ان کے اقربا نے کہا اس خیال سے کہ ان کی وجہ سے کہیں ہم پر آفت نہ آے ان کا وہاں زیادہ قیام گوارا نہ کیا۔ ان کا ایک قدیم نوکر جاٹ تھا اس نے بڑی وفاداری اور رفاقت کی۔ انھیں جاٹ بنا کر گنواروں کے سے کپڑے

پھٹا پگڑ بندھوا اپنے گاؤں لے گیا اور وھاں رکھا - وھاں سے یہ باولی کی سرا میں انگریزی لشکر سے جا ملے —

رابرٹس صاحب کی دو لڑکیاں اور پانچ عیسائي طلبہ بھی اِن بے رحموں کے ھاتھہ سے مارے گئے —

کالج کا کتب خانہ

دن کے بارہ بجے کے کچھہ دیر بعد کالج کا کتب خانہ لٹنا شروع ھوا - لٹیرے بڑے بے ڈھب تھے - انگریزی کی تمام کتابوں کی خوبصورت خوبصورت سنہری فرموں کی جلدیں پھاڑ لیں اور ورقوں کا کالج کے تمام باغ میں دو دو انچ موٹا فرش بچھا دیا - عربی فارسی اردو کی جتنی کتابیں تھیں ان کی گٹھریاں باندہ باندہ کر اپنے گھر لے گئے اور پھر کباڑیوں اور مولویوں کے ھاتھہ کوڑیوں کے مول فروخت کردیں - سائنس ڈیپارٹمنٹ میں جتنے آلات تھے انھیں بھی توڑ پھوڑ ڈالا اور لوھا پیتل وغیرہ دھاتیں لے گئے —

غدر کے بعد کالج سنہ ۱۸۶۴ ع میں از سر نو جاری ھوتا ھے

غدر میں جو کالج بند ھوا تو بند کا بند ھی رھا' کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی- حالات ھی کچھہ ایسے رونما ھوگئے تھے کہ کوئی توجہ کرتا تو کیا کرتا - آخر مئی ۱۸۶۴ ع میں اس کی قسمت جاگی اور از سرنو کھلا - شروع شروع میں سارا کام پروفیسر ھٹن (Hatton) کی نگرانی میں رھا' اس کے بعد اکتوبر سنہ ۱۸۶۴ ع کے آخر میں مسٹر اڈمنڈ ولمٹ (Edmand wilmot) بی - اے ' ٹرنٹی کالج کیمبرج نے انگلستان سے آکر پرنسپل کی خدمت کا " جائزہ " لیا - اور جب پروفیسر ھٹن لفٹنٹ ھارانڈ کی جگہ انبالہ سرکل کے انسپکٹر مقرر ھوے تو اُن کی جگہ مسٹر سی - ک - کوک بی - اے سن جان کالج کیمرج کا تقرر انگریزی زبان کی پروفیسري پر ھوا - لیکن جنوری سنہ ۱۸۶۵ ع میں

مسٹر ولمٹ کو ایسا سخت حادثہ پیش آیا جس کی وجہ سے انھیں اپنا تعلق کالج سے قطع کرنا پڑا - انھوں نے نہایت قابلیت اور جوش سے ریاضیات پر لکچر دینے شروع کئے تھے اور اُن کے طریقۂ تعلیم سے بہت کچھ توقعات پیدا ھوگئی تھیں لیکن ایک اتفاقی حادثے نے ان توقعات کا خاتمہ کردیا - اس کام کا بار بھی پروفیسر کک پر آپڑا اور انھوں نے اس فرض کو بڑی محنت اور خوبی سے انجام دیا —

ایس - پی - جی مشن اسکول کا الحاق دلی کالج سے

اس سال ریورنڈ آر - ڈنٹر R.Dinter صدر ایس - پی - جی مشن نے اپنی درسگاہ (سن اسٹیفن کالج) کے شعبے کو بند کر دیا اور اپنے ھاں کے میٹریکولیشن کامیاب طلبہ کو دلی کالج میں بھیج دیا —

انگریزی کھیل

یہ پہلا سال تھا کہ کالج میں انگریزی کھیل اور ورزشیں جاری کی گئیں —

اخبارات کے مطالعہ کی ترغیب

اس سال طلبہ کو اخبارات کے مطالعے کی ترغیب دی گئی اور " پنجاب ایجوکیشنل میگزین " جاری کیا گیا - چونکہ طلبہ کے مطالعے میں انگریزی کے قدیم اساتذہ کا کلام رهتا تھا اس لئے وہ معمولی خط و کتابت میں بھی مرصع اور پر شکوہ عبارت لکھتے تھے اور سادہ زبان لکھنے کے عادی نہ تھے - اس نقص کے رفع کرنے کے لئے کالج میں السٹرٹیڈ لنڈن نیوز (Illustrated London News) منگایا گیا ، اس کے علاوہ صوبے کے اخبار بھی منگائے جاتے تھے —

کالج کی جماعتیں

کالج میں اس وقت دو جماعتیں تھیں - اعلیٰ جماعت یعنے سال دوم میں ۱۳ طالب علم تھے جو کلکتہ یونیورسٹی

کے امتحان فست آرٹس (سنہ ١٨٦٥ ع) کے لئے تیاری کر رہے تھے —

طلبہ کی تعلیمی حالت

پرنسپل کی رپوٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ امتحان میں طلبہ کی حالت بہت قابل اطمینان رہی - انھوں نے طلبہ کی محنت اور ذہانت کی بہت تعریف کی ہے اور بعض طلبہ کا خصوصیت کے ساتھہ ذکر کیا ہے —

نصاب تعلیم میں بھی بہت کچھہ تبدیلی کی گئی - عربی کی تعلیم پر خاص توجہ کی گئی اور لاطینی زبان کے سبق شروع کئے گئے تاکہ انگریزی الفاظ کے مادوں کے سمجھنے میں آسانی ہو - صرف یہ دو تبدیلیاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں —

سنہ ١٨٦٥ ع کا تعلیمی دربار

٢٥ مارچ سنہ ١٨٦٥ ع کو لفٹنٹ گورنر پنجاب نے شام کے پانچ بجے ملکہ کے باغ میں ایک تعلیمی دربار کیا - اس میں دلی کالج کے اساتذہ و طلبہ اور دلی کے تمام ہائی اسکولوں کے مدرس اور متعلمین اور مضافات دہلی کے مدارس کے استاد اور طالب علم جمع ہوئے تھے - ہزآنر ' لارڈ بشپ کلکتہ ' کمشنر دہلی ' جنرل ایرنگٹن اور حکام صیغۂ تعلیمات نے ایک گشت لگایا ' مدارس کے طلبہ جو صف بہ صف کھڑے تھے انھیں دیکھا اور ہر مدرسے کے طلبہ و اساتذہ سے مختلف سوالات کئے اور سب کی ہمت افزا الفاظ میں دلجوئی کی —

اس کے بعد ہزآنر تخت پر جلوہ افروز ہوے اور کمشنر دہلی نے زبان اردو میں ایک فصیح و بلیغ تقریر کی اور دربار کا مقصد بیان کیا - ان کے بعد ڈائرکٹر تعلیمات کپتان فلر آر - اے اٹھے اور انھوں نے ایڈریس پیش کیا - اس ایڈریس میں علوم مشرقیہ کی تعلیم اور دہلی کالج کے متعلق جو ذکر آیا ہے اُسے یہاں نقل کیا جاتا ہے :—

" انگریزی زبان کے ذریعے اعلیٰ تعلیم کی یوماً فیوماً ترقی کی تو یہ کیفیت ہے (جو اوپر بیان ہوئی) لیکن اس کے ساتھ ساتھ علوم مشرقیہ کے طلبہ کے وظائف بھی بڑھ رہے ہیں اور ان کو اور بڑھایا جارہا ہے - ہمارے کالجوں میں عربی ' مشرقی ادبیات کی بیخ و بنیاد ہے اور فارسی ہندوستانی (زبان) کے ہاتھ میں ہاتھ لئے ہوئے الگ بڑھی چلی جارہی ہے - ہمارے اینگلو ورنیکلر اور ورنیکلر مدارس اس کام کو انجام دے رہے ہیں - جب طلبہ آگے بڑھیں گے اور اعلیٰ جماعتوں میں آجائیں گے تو ابوالفضل ' حافظ اور ظہوری جیسے فارسی ادیبوں سے سرگوشیاں کریں گے ' اُن پر تنقید و تبصرہ کریں گے اور ان کے کلام کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں گے — دلی کالج کے طلبہ کو اگرچہ اب وظائف کی رقم گذشتہ زمانے کے مقابلے میں جب وہ حکومت ممالک شمالی مغربی کے تحت میں تھا ' نسبتاً چھٹا حصہ دی جارہی ہے لیکن اس کی بجائے تعلیم کی ایسی ترغیبات موجود ہیں کہ طلبہ کی تعداد قدیم دلی کالج کے متعلمین کے مقابلے میں چوگنی ہے - اس سے میرا یہ مدعا نہیں ہے کہ حکومت ممالک شمالی مغربی کی کسی طرح اہانت کروں بلکہ در اصل بات یہ ہے کہ سنہ ۱۸۵۷ ع کے غدر کا دھکا اٹھانے کے

بعد تہذیب و شایستگی زندگی کے ہر شعبے میں نہایت
سرعت سے قدم بڑھا رہی ہے اور حکومت کا صرف
یہ ادعا ہے کہ وہ زمانے کی رفتار کے قدم بقدم
چل رہی ہے"۔

سنہ ۱۸۶۵ تا ۶۶ کی تعلیمی حالت

پرنسپل کی رپوٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۸۶۵ ع میں ایف۔اے کا نتیجہ اچھا نہ رہا۔ وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ کسی پروفیسر کا تقرر نہیں ہوا تھا۔ مسٹر ٹورن کی مساعی کے باعث میٹرک کا نتیجہ اچھا رہا۔ پرنسپل نے ماسٹر پیارے لال اور ساگر چند کی بھی بہت تعریف کی ہے —

سنہ ٦٦ ع میں بھی یونیورسٹی امتحان کا نتیجہ اچھا نہ رہا۔ سبب وہی تھا کہ کوئی پروفیسر نہ تھا۔ انٹرینس میں ۱۷ میں سے چھ اور ایف۔اے میں چھ میں سے تین کامیاب ہوے —

اس سال کالج کے ایک طالب علم بھیروں پرشاد نے لالہ وزیر سنگھ کے وظیفہ ریاضی (۱۲۰ روپے) کے لئے مقابلہ کیا اور سب امیدواروں میں کامیاب رہا —

امتحانات

جولائی سنہ ۱۸۶۶ ع میں خانگی امتحانات میں گیارہ طالب علم سال اول کے دھلی اور لاھور سے بیٹھے۔ ان میں صرف چار طلبہ کامیاب ہوے وہ سب کے سب دھلی کے تھے۔ سال دوم کے ۱۴ طلبہ میں سے دلی کا ایک کامیاب رہا سال سوم میں آٹھ شریک امتحان ہوے۔ سالانہ امتحان میں سال اول میں سات طالب علم دلی کالج کے شریک ہوے، تین کامیاب رہے۔ سال سوم میں چار نے امتحان دیا، بھیروں پرشاد اول آیا —

کالج میں طلبہ کی چھیج

وظائف اس درجہ کم اور ان کے قواعد ایسے سخت ہوگئے تھے کہ طلبہ تعلیم جاری نہیں رکھہ سکتے تھے اور اس لئے کالج میں بڑی چھیج ہوگئی پرنسپل صاحب نے اس خطرے کو محسوس کرکے لفٹننٹ گورنر کو رپوٹ کی کہ اگر یہی لیل و نہار ہے تو پنجاب کے تمام کالج بیٹھہ جائیں گے - اس کے برعکس آگرہ اور بریلی میں حکومت صوبہ ہاے متحدہ بڑی فیاضی سے کام لے رہی تھی —

کالج کا استاد

پروفیسر جارڈین Jardine نے دلی کالج میں دو ماہ لکچر دئے اور ۳۱ جولائی کو لاہور کالج کے پرنسپل ہوکر چلے گئے ' اس کے بعد ممالک مغربی شمالی میں پروفیسر قانون ہوگئے - یہ بہت بڑے ریاضی داں اور ماہر مابعد الطبیعیات تھے - مسٹر ٹک بھی یکم مئی سنہ ۱۸۶۶ ع کو استعفا دیکر آگرہ چلے گئے اور وہاں ان کا تقرر پروفیسری پر ہوگیا - ان صاحبوں کے جانے کے بعد مسٹر ولہت اور مسٹر ڈورن جو دونوں السنہ و علوم مشرقیہ سے نابلد تھے ' کام کرتے رہے - پرنسپل کو اس کی سخت شکایت ہے کہ کالج میں کوئی پروفیسر نہیں ہے اور لفٹننٹ گورنر کو کئی بار لکھا مگر کوئی توجہ نہ ہوی حالانکہ اب کالج میں پوری چار جماعتیں ہوگئی تھیں —

سنہ ۶۷ ع کی تعلیمی حالت

اس سال ایف - اے میں چار طالب علم شریک ہوے - دو دوسرے ڈویژن میں اور دو تیسرے ڈویژن میں کامیاب ہوے لیکن نند کشور طالب علم دوسرے ڈویژن میں پنجاب کے تمام طلبہ میں اول آیا - امتحانات کلکتہ یونیورسٹی میں ہوتے تھے ' اس لئے نند کشور کو پنجاب کا اول انعام کو پر سلور میڈل ملا بی - اے میں دو شریک ہوے ایک نا کام رہا دوسرا فسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوا اور پنجاب کے تمام طلبہ

میں اول آیا - اس طالب علم کا نام بھیروں پرشاد تھا' اسے آرنلڈ گولڈ مڈل ملا - یہ پہلا سال تھا کہ کالج سے بی - اے کے امتحان میں طلبہ شریک ہوے تھے —

کالج کی حالت پنجاب کے تمام کالجوں میں نتیجے کے اعتبار سے اول رہی —

گبنز سکالر شپ

مسٹر چارلس گبنز بیتھوس میجسٹریٹ و کلکٹر دھلی کی بیوہ نے اپنے خاوند کی یادگار میں گیارہ ہزار روپے دلی کالج کو دیے تاکہ مرحوم کے نام سے ایک وظیفہ قائم کیا جاے - مسٹر بیتھوس دلی میں چارلس گبنز کے نام سے مشہور تھے اس لئے اسکالر شپ کا نام گبنز اسکالر شپ رکھا گیا —

یہ وہ زمانہ ھے جب کہ لاھور میں اورنٹیل یونیورسٹی قائم کرنے کی تجویزیں ھو رھی تھیں —

سنہ ۶۸ ع

مسٹر والمیت ۶ فروری سنہ ۱۸۶۸ ع تک کالج میں رھے - ۹ مارچ کو مسٹر کک آگئے - مسٹر ولمت انسپکٹر مدارس انبالہ ھوکر چلے گئے - مسٹر ایلس نے کک صاحب کے آنے تک پرنسپلی کا کام کیا -

۲۵ مارچ سنہ ۶۸ ع کو میک نیل صاحب کمشنر دھلی کی صدارت میں کالج کے احاطے میں دربار ھوا - لفٹننٹ گورنر بھی رونق افروز تھے - ایسے طلبہ کو انعامات دے گئے جو اس سال امتحانات میں نام کے ساتھہ کامیاب ھوے تھے اور ایسے حضرات کو خلعتیں اور تمغے ملے جنھوں نے دلی اور مضافات دھلی میں ترقی تعلیم میں کوشش کی تھی —

سنہ ۶۹ - ۱۸۶۸ ع

اس سال سریرام نے سیکنڈ ڈویژن میں امتحان میں کامیابی حاصل کی - حکم چند تمام کلکتہ یونیورسٹی کے

امتحان ایف ۔ اے میں پانچویں نمبر پر رہا دو لڑکے اور کامیاب ہوے —

اینگلو سنسکرت اسکول | اس سال دلی میں ہندؤں نے اینگلو سنسکرت اسکول قائم کیا اس میں اردو کے ذریعہ تعلیم ہوتی تھی فارسی بھی اتنی پڑھائی جاتی تھی جتنی اردو کے لئے ضروری سمجھی جاتی ھے اس کا دہلی کالج سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن اس کا ذکر صرف اس لئے کیا گیا کہ یہ معلوم ہو کہ سنہ ۱۸۶۸ ع تک اردو زبان کس قدر مقبول تھی —

سنہ ۷۰-۱۸۶۹ ع | ننند کشور، شیو ناتھہ نے بی ۔ اے میں کامیابی حاصل کی ۔ ایف ۔ اے میں پانچ طالب علم کامیاب ہوے ۔ مسٹر ایلس اس سال ڈاکٹر لائٹنز کی جگہ پرنسپل ہوکر لاہور چلے گئے —

اسٹنٹ پروفیسر سنسکرت | کالج میں سنسکرت کی تعلیم کا انتظام نہ تھا ہندو طلبہ اس وقت تک عربی لیتے تھے ۔ گزشتہ سال طلبہ نے بڑا غل مچایا تھا اور ایف ۔ اے کے ۴۱ طلبہ نے سنسکرت لی تھی ۔ چنانچہ ہیڈ پنڈت جی کو کالج میں سنسکرت کی تعلیم کے لئے متعین کیا ۔ اس سال کالج کے ۴۵ طلبہ میں سے ۲۱ نے سنسکرت لی —

سنہ ۷۱-۱۸۷۰ ع | اس سال ایم ۔ اے کی جماعت بھی کھل گئی کالج کی جماعتوں میں طلبہ کی تعداد یہ تھی :—

ایم ۔ اے	۱
بی ۔ اے سال چہارم	۵
سول سوم	۹
سال دوم	۱۷
سال اول	۲۱

حکم چند کلکتہ یونیورسٹی کے بی ۔ اے میں تمام یونیورسٹی میں دوم آیا۔ چھے طالب علم ایف ۔ اے میں کامیاب ہوے ۔ ایک درجۂ اول میں اور پانچ دوم میں —

سنہ ۷۱ – ۱۸۷۰ میں تعداد طلبہ یہ تھی :—

ایم ۔ اے	۱
سال چہارم بی ۔ اے	۹
سال سوم	۸
سال دوم	۲۴
سال اول	۱۴

ایم ۔ اے کے امتحان میں حکم چند کلکتہ یونیورسٹی میں اول آیا۔ سری رام بھی کامیاب ہوا ۔ مدن گوپال، لچھمی داس بی ۔ اے میں کامیاب ہوے—

غرض اس طرح یہ کالج سنہ ۱۸۷۷ م تک برابر چلتا رہا ۔ اصل یہ ہے کہ سنہ ۱۸۶۴ ع سے جب یہ غدر کے بعد سے دوبارہ کھلا تو زمانہ دوسرا تھا ۔ انتظام تعلیم میں نیا ورق اُلٹ چکا تھا، ہر چیز کی تنظیم و ترتیب بالکل نئے سرے سے کی گئی، دلی کالج کی جو خصوصیتیں اور جن پر اس کالج اور کالج کے اساتذہ اور اس کے خیر اندیشوں کو ناز تھا وہ باقی نہ رہیں۔ اُردو زبان اور اردو تالیف و ترجمہ کا چرچا رفتہ رفتہ اُٹھ گیا اور زیادہ زور انگریزی پر دیا جانے لگا۔ کالج اگرچہ بظاہر پنجاب یونیورسٹی سے ملحق تھا مگر طلبہ اکثر کلکتہ یونیورسٹی میں امتحان دیتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ پنجاب میں یونیورسٹی تو تھی لیکن وہ مسلمہ نہ تھی سنہ ۱۸۸۱ ع یا سنہ ۱۸۸۲ ع میں تسلیم کی گئی۔ کالج کے قدیم طالب علم جو چند سال پہلے زندہ باقی یا جو دو ایک صاحب باقی

ہیں سب کا بیان تھا کہ کالج سنہ ۱۸۷۷ ع تک اچھا خاصا چل رہا تھا کہ نہ معلوم گورنمنٹ کے جی میں کیا آئی کہ اسے اپریل ۱۸۷۷ع میں توڑ دیا اور اس کا سارا اسٹاف لاہور کالج میں بھیج دیا یعنی اس کالج کو لاہور کالج میں مدغم کردیا۔ بات یہ ہے کہ ڈاکٹر لائٹنر جو گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل تھے اور پنجاب گورنمنٹ میں بڑا رسوخ رکھتے تھے وہ گورنمنٹ کالج لاہور کو فروغ دینا چاہتے تھے، لفٹننٹ گورنر کا بھی یہ منشا تھا کہ صوبے کی تمام اچھی چیزیں سمٹ کر مرکز حکومت یعنی لاہور میں آ جائیں چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دلی اپنے عزیز کالج سے محروم ہوگئی اور سب اساتذہ اور طلبہ لاہور چلے گئے —

کالج ٹوٹنے کے بعد یہاں صرف اسکول رہ گیا دلی کالج کی جگہ مشن کالج نے لے لی یہ پہلے صرف ہائی اسکول تھا —

نصاب تعلیم

کالج کی ابتدائی تنظیم سنہ ۱۸۲۵ ع میں ہوئی اور جیسا کہ میں پہلے لکھہ چکا ہوں شروع شروع میں فارسی عربی کی تعلیم ہوتی تھی اور اسی کے ساتھہ سنسکرت کا شعبہ بھی تھا ، حساب اور مبادیات اقلیدس بھی پڑھائے جاتے تھے - اس وقت ان مضامین کی تعلیم معمولی تھی ، رفتہ رفتہ نصاب کی تکمیل اور تعلیم کی اصلاح کی طرف توجہ ہوئی - انگریزی جماعت کا اضافہ سنہ ۱۸۲۸ ع میں ہوا اور ۱۸۲۹ ع کے سالانہ امتحان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑکوں نے انگریزی خواندگی میں معقول ترقی کی ہے ، گریمر سے خوب واقف ہیں اور تاریخ انگلستان میں بھی ان کی قابلیت بہت اچھی ہے —

سنہ ۱۸۳۱ ع میں جب لارڈبنٹنک ' نے کالج کا معائنہ کیا اور مسٹر میکناٹن نے امتحان لیا تو عربی فارسی کی تعلیم ناقص ہی نہیں پائی گئی بلکہ کم درجے کی بھی تھی - مسٹر ٹامسن نے بھی جو اور ینٹل کالجوں کے وزیٹر تھے اپنی معائنہ کی رپوٹ سنہ ۱۸۴۱ - ۴۲ ع میں یہی

شکایت کی ہے - اس کے بعد سے نصاب میں مزید اصلاح شروع ہوئی —

سنہ ۱۸۳۹ ع کے شروع میں انگریزی کی اعلیٰ جماعت ملٹن کی Paradise Lost اور پریکٹکل ریڈر پڑھتی تھی - اس کے علاوہ گورمنٹ نے سفارش کی کہ رابرٹسن کی تاریخیں بھی پڑھائی جائیں - یہ کتابیں طالب علموں کے لیے بہت مناسب ہیں —

چنانچہ اس تحریک کی بنا پر ہیوم کی تاریخ انگلستان اور Gregory's Lectures on Natural Philosophy کا نصاب میں اضافہ کیا گیا - مضمون نویسی اور ترجمے پر بھی زور دیا گیا - اس کے علاوہ وہ Whewell's Mechanical Euclid اور برج کا الجبرا اور علم مثلث مستوی Plane Trigonometry بھی پڑھتے تھے -

اس زمانے میں عربی کی اعلیٰ جماعت شمس بازغہ مع حاشیۂ عبدالعلی اور مقامات حریری کا درس لیتی تھی - یہ نصاب گذشتہ سالوں کے مقابلے میں بڑھا ہوا تھا —

سنہ ۱۸۴۳ ع میں جب دونوں شعبوں کو یکجا کرنے کی تجویز ہوئی اور اس غرض سے دونوں کا امتحان لیا گیا تو اس وقت ہر دو شعبوں کا نصاب تعلیم حسب ذیل تھا :—

انگریزی شعبہ

درجہ اول :- حساب ، جیومیٹری (علم هندسہ) ٹرگنامیٹری (علم مثلث) ، کانک سیکشن (مخروطات)، الجبرک جیومیٹری (الجبری علم هندسہ) ، پرنسپلز آف پولیٹکل اکانمی (اصول معاشیات) ، مارل فلاسفی —

درجہ دوم و سوم :- تاریخ قدیم و تاریخ روما ، حساب ، اقلیدس مقالہ اول ، Introduction to Mechanics (مبادیات مکانیک) ، گریمر ، مضمون نویسی -

جماعت چہارم میں گریمر، حساب، جغرافیہ اور تاریخ پڑھائی جاتی تھی
تاریخ میں Brief Survey of History تھی —

درجہ پنجم کے طالب علم ریڈر نمبر ۴ پڑھتے تھے جغرافیہ اور کرہ کے علم سے واقفیت پیدا کرائی جاتی تھی اور روزانہ دو گھنٹے دیسی زبان کی تحصیل میں صرف کرتے تھے۔ حساب میں تفریق مرکب تک جانتے تھے اور انگریزی عبارت بلا تکلف پڑھ سکتے تھے —

درجہ ششم میں سائنس کی تعلیم کی ابتدا کی گئی۔ نیچے کی جماعتوں میں انگریزی اور اردو کی ابتدائی تعلیم ہوتی تھی۔ ہندوستانی اسباق میں حساب کے ابتدائی قاعدے، جغرافیہ کی ابتدائی باتیں اور کُرہ کے متعلق بعض مسائل شریک تھے۔ انگریزی فریق میں انگریزی صرف و نحو، الفاظ کے معنی اور خوشخوانی ہوتی تھی —

مشرقی شعبہ

اس شعبے کا نصاب تعلیم یہ تھا :-

عربی - مولوی مملوک علی کی جماعت (تعداد طلبہ ۱۱) —

مقامات حریری (۲۵ ویں مقام سے آخر تک)، ہدایہ کتاب الاقرار سے آخر تک۔ ریاضی، اقلیدس کے چار مقالے —

تاریخ تیموری (اردو) تمام۔ رقعات ابوالفضل، کتاب حساب کی پہلی اور دوسری فصل۔ براؤن کی کتاب حساب کل۔ جغرافیہ، مراۃالاقالیم (اردو) —

فریق اول، مولوی جعفر علی (شیعہ) کی جماعت۔ (چھ طلبہ)۔ اس میں بھی نصاب کی وہی کتابیں تھیں جو اوپر کی جماعت میں لکھی گئی

ہیں - البتہ ہدایہ کی جگہ شرعۃ الاسلام کے بعض ابواب تھے —

فریق دوم - نفحۃالیمن ۱۵۲ صفحے - مختصر نفع ۲۵۰ صفحے - اقلیدس پہلا مقالہ اور دوسرے کی سات شکلیں - براؤن کی حساب کی کتاب (اردو) ' جغرافیہ ' مرأۃالاقالیم - شرح مُلا ' انشاے ابوالفضل جلد اول —

مولوی سید محمد کی جماعت (۸ طلبہ) -

میر قطبی ' الف لیلہ ' پہلی جلد اٹھیسویں شب سے ۲۰۰ ویں شب تک - نفحۃالیمن ' دوسرے باب سے آخر تک - اصول شاشی تمام - ہدایۃالحکمت تمام - شرح وقایہ کتاب الزکواۃ سے آخر تک (جلد اول) - مقامات حریری ' ۱۵ مقامات - اقلیدس ' پہلے دو مقالے (اردو) - براؤن کی کتاب حساب کسور عام تک - میبذی شروع سے تعلیقات تک - جغرافیۂ ہندوستان - مرأۃالاقالیم —

مولوی سعید الدین کی جماعت (طلبہ ۱۰)

کافیہ کُل - شرح مُلا - قدوری - الف لیلہ کی پہلی جلد - مرقاۃ - قال اقوال - براؤن کی کتاب حساب - شرح وقایہ ' کتاب الطلاق تک - نفحۃالیمن مناظرۂ نرجس تک - ابوالفضل باب اول و دوم - جغرافیہ - جیومیٹری (علم ہندسہ) —

فارسی ' درجہ اول :-

عربی میں شرح مُلا تا معمولات ' صرف میر ' دستورالمبتدی ' نحومیر ' مائۃ عامل ' شرح مائۃ عامل ' ہدایت النحو —

فارسی میں طاہر وحید ' مینا بازار ' پنج رقعۂ ظہوری —

براؤن کی کتاب حساب تا کسور عام ' جیومیٹری میں اقلیدس کا پہلا مقالہ - جغرافیہ —

سنہ ۱۸۴۵ ء سے پرنسپلی کی خدمت پر ڈاکٹر اسپرنگر کا تقرر

ہوا - یہ عربی سے واقف تھے اور انھیں مشرقی نصاب تعلیم کی اصلاح کا خاص خیال تھا - ان کو اس امر کی شکایت تھی کہ مولوی صاحبان پر تکلف اور مسجع اور مقفیٰ طرز تحریر کے دلدادہ ہیں اور متاخرین کے کلام کو پسند کرتے ہیں جس کا اثر طلبہ پر بھی پڑتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ فارسی جماعتوں کی تعلیم ناقص ہے —

عربی کے شعبے میں بھی انھوں نے اصلاح کرنی شروع کی - ہمارے قدیم مدارس میں ادب کی تعلیم بہت کم یا بالکل نہیں ہوتی تھی - ڈاکٹر صاحب نے اس کی طرف توجہ کی - چونکہ ہندوستان میں عربی ادب کی اعلیٰ کتابیں آسانی سے دستیاب نہیں ہوتی تھیں اور لوگ ان سے واقف نہ تھے اس لئے انھوں نے بعض کتابیں یورپ سے منگائیں - اتنی کتابیں نہ تھیں کہ سب طلبہ کو دی جاسکیں اس لئے کتابیں لکھائی جاتی تھیں - اسی طرح انھوں نے مغربی علوم کو شعبۂ مشرقی کے نصاب میں شریک کیا اور بہت سی کتابیں انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرائیں - بعض اوقات یہ ہوتا تھا کہ جس قدر حصہ ترجمہ کا چھپ چکا ہے اسی قدر نصاب میں شریک کردیا جاتا تھا —

سنہ ۱۸۴۵ ع اور اس کے بعد کا نصاب تعلیم جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے، اُس سے معلوم ہوگا کہ کیا کیا تبدیلیاں عمل میں آئیں —

یہ بھی خیال رہے کہ کالج میں سنی اور شیعوں کی تعلیم کا الگ الگ انتظام تھا - یعنی صرف مذہبی تعلیم میں فرق تھا باقی نصاب ایک ہی تھا - اب مشرقی اور انگریزی شعبوں کا نصاب الگ الگ لکھا جاتا ہے —

نصاب شعبۂ مشرقی

سنہ ۱۸۴۵ ع

عربی - درجۂ اول (سنی)-

دیوان متنبی (بعض حصے) - دُرِ مختار (بعض حصے) -

اصول و حکومت و وضع قوانین The Principles of Government & of Legislation

رهنمائے ضابطۂ دیوانی مصنفۂ مارشمین ۴ باب (Marshman's Guide to the Civil Regulations) (4 Chapters)

الجبرا و علم مثلث تحلیلی مستوی (Algebra'Analytical Plane Trignometry)

هرشل کی علم هئیت (ایک حصہ) Hershol 's Astronomy (A portion)

سیرالمتقدمین (Miss Bird's Ancient History)

درجۂ اول (شیعہ) کا نصاب وهی تها جو اوپر لکها گیا هے صرف اتنا فرق

تها کہ دُر مختار کی جگہ شیعوں کی دینیات کی کتاب رکهی گئی تهی —

درجۂ دوم (سنی)- تاریخ تیموری - اصول شاشی - سیرالمتقدمین - هدایہ (بعض

حصے) - اصول وضع قانون The Principles of Legislation ۲۰۰ صفحے اور

ریاضیات حسب نصاب درجۂ اول -

شعبۂ فارسی —

درجۂ اول - مینا بازار ' پنج رقعہ ' سہ نثر ظہوري' حسن و عشق - قصائدعرفی -

نصیرا همدانی - دیوان ناصرعلی - نیچرل فلاسفی تا Pneumatics - جغرافیہ -

تاریخ بنگالہ - اقلیدس گیارهویں مقالے کے آخر تک - الجبرا تا اختتام

مساوات درجۂ چہارم پولیٹکل اکانمی (معاشیات) -

درجۂ دوم - انوار سہیلی باب دوم سے آخر تک - مینا بازار - شاہ نامے کے بعض

حصے۔ زلیخا ۔ انشاے خلیفہ ۔ اقلیدس پانچ مقالے ۔

نصاب سنہ ۱۸۴۷ع شعبۂ عربی

درجۂ اول —

فقہ ۔ درالمختار (کل) ۔

ادب ۔ تاریخ یمینی (کل اگر چھپ جاے) ۔ حماسۂ ابوتمام پہلا باب ۔

تاریخ ۔ جامع‌التواریخ ۔

سائنس ۔ علم‌المناظر مولفہ فلپ (Phelp) کل ۔ علم ھئیت مصنفۂ ھرشل ۔

احصائی تفرقات (Differential Calculus) کل ۔ مصنفہ رام چندر ۔

اس کے علاوہ سائنس کی وہ سب کتابیں پڑھیں جو ترجمہ ھوچکی تھیں ۔
مثلاً انٹروڈکشن تو نیچرل فلاسفی ' طبیعیات مصنفۂ ارنات وغیرہ ۔
مارل سائنس ۔ پیلی (Paley) کی کتاب جہاں تک طبع ھوچکی ھو ۔ ڈرائنگ
(نقشہ کشی) اور پیمائش (اختیاری) ۔

مضمون نویسی ھفتے میں دو بار ۔

(ڈاکٹر سپرنگر نے نصاب تعلیم کی خاطر تاریخ یمینی کو ایڈٹ کیا اور
جہاں تک طبع ھوچکی تھی طلبہ کے مطالعہ میں آئی) ۔

درجۂ دوم : ۔

فقہ ۔ ھدایہ (کل) ۔

ادب ۔ متنبی (کل) ۔ تاریخ یمینی (درجۂ اول کے ساتھہ پڑھیں) ۔ باقی
مضامین وھی ھیں جو درجۂ اول کے لئے ھیں ۔

فریق اول درجۂ دوم ۔

نحو ۔ شرح ملا (کل) ۔

منطق - شرح تہذیب (کل) -

فقہ - قدوری (نصف)

ادب - کلیلہ دمنہ (۱۰۰ صفحے) -

سائنس - الجبرا (کل) - طبیعیات مصنفۂ ارنات (کل) اور مغناطیث جہاں تک طبع ہو

جیومیٹری (علم ہندسہ) - اقلیدس کے دو مقالے -

تاریخ - Brief Survey of History حصۂ دوم کل -

ترجمہ اور مضمون نویسی - ہفتے میں دو بار -

نقشہ کشی اور خوشخطی - (اختیاری) -

فریق دوم درجۂ دوم -

نحو - کافیہ (کل) -

صرف - مرواح الارواح (کل) -

ادب - کلیلہ و دمنہ (۱۰۰ صفحے) -

تاریخ و جغرافیہ - فریق اول کے ساتھ پڑھیں -

شعبۂ فارسی

درجۂ اول ، فریق اول - ادب - پنج رقعہ (کل) - مینا بازار (کل) -

شاہنامہ ۲۰۰ صفحے -

سائنس - حساب - جیومیٹری (اقلیدس ۲ مقالے) - الجبرا (نصف) -

تاریخ - Brief Survey حصہ اول (کل) -

نقشہ کشی یا خوش خطی ، ترجمہ اور مضمون نویسی -

فریق دوم -

ادب - طاھر وحید (اصطرلاب تک) . فل دمن ۲۰۰ صفحے -

ریاضیات - پریکٹیکل جیومیٹری - باقی مضامین سائنس وھی ھیں جو فریق اول کے ھیں -

درجۂ دوم ، فریق اول

ادب - بہار دانش صفحہ ۱۲۵ سے ۳۰۰ تک سکندر نامہ ۱۰۰ صفحے -

ریاضیات - حساب (نصف آخر) - پریکٹیکل جیومٹری (عملی علم ھندسہ) اقلیدس پہلا اور دوسرا مقالہ -

جغرافیہ - نقشہ کشی اور خوش خطی -

درجۂ دوم ، فریق دوم-

ادب - یوسف زلیخا تمام - بہار دانش ۱۲۵ صفحے -

ریاضی - کتاب حساب نصف آخر -

جغرافیہ - خطاطی -

سنہ ۱/۴۵ م کا نصاب قریب قریب وھی تھا جو گذشتہ سال کا ، اس لئے اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں البتہ سنہ ۱۸۴۹ ع میں عربی کے درجۂ اول میں توضیح، (Dynamics) حرکیات، (Analytical Geometry) علم‌ھندسہ تحلیلی اور تاریخ انگلستان کا اضافہ ھوا - اور ھرشیل کی کتاب علم ھئیت اور علم‌المناظر اور جامع التواریخ نصاب سے خارج ھوگئے - سائنس اور ریاضیات کی تعلیم انگریزی کے درجۂ اول کے ساتھہ ھونے لگی - اس کے سوا اور کوئی قابل لحاظ تبدیلی نہیں ھوئی —

فارسی شعبے میں مقدمہ نیچرل فلاسفی ، میکینکس ، تاریخ حکومت مغلیہ اور لوگارثم کا اضافہ ھوا —

سنسکرت کے درجۂ اول میں باغ و بہار ' آمدنامہ اور کریما اور تاریخ انگلستان (اردو) داخلِ نصاب ہوئیں - فارسی شعبے میں تاریخ انگلستان اردو اور ناگری حروف دونوں میں تھی —

سنہ ۱۸۵۰ ء کے نصاب عربی میں تاریخ ابوالفدا بھی شریک تھی - فارسی میں قصائد خاقانی ' توقیعات کسریٰ ' مینا بازار ' پنج رقعہ ' سہ نثر ظہوری ' سکندر نامہ ' ابوالفضل شریک نصاب تھے اور ہندی کی بیتال پچیسی —

سنہ ۱۸۵۳ ع کا نصاب

شعبۂ عربی

درجۂ اول ' فریق اول –

۱ – دُرمختار ۱۰۰ صفحے –

۲ – دیوان حماسہ ص ۵۳۸ تا ص ۶۸۵ -

۳ – تاریخ یمینی ص ۲۴۲ تا ص ۳۷۶ -

۴ – مطول بحث قُلتُ تک -

۵ – پریم ساگر -

درجۂ اول ' فریق دوم -

۱ – ہدایہ از باب الوکالت تا اختتام کتاب الغسل -

۲ – نورالانوار از ص ۱۰۰ تا آخر -

۳ – دیوان متنبی تا ردیف لام ' ۲۰۰ صفحے -

۴ – مسلّم کل -

۵ – پریم ساگر از ص ۳۰۰ تا آخر –

درجۂ دوم ' فریق اول –

۱ – تاریخ تیموری از ص ۲۰۰ –

۲ - شرح وقایہ از کتاب النکات تا کتاب الوقف ۱۲۴ صفحے -

۳ - فرائض سراجی کل -

۴ - پریم ساگر از ص ۱۰۰ تا ص ۲۰۰ -

عربی کی جماعت دوم کے چار فریق اور تھے اور ان کا نصاب تدریجی تھا - دوسرے فریق میں مقامات حریری کے ۲۰ مقام ' قدوری کتاب الوقف سے آخر تک ' قطبی کے دوسرے باب سے بحث قیاس تک ۷۰ صفحے پڑھائے جاتے تھے - اس کے تیسرے فریق میں کافیہ ' مجرورات سے آخر تک : شرح ملّا بحث فعل سے آخر تک اور مقامات ہندی کے پچیس مقامات - چوتھے فریق میں ھدایۃالنحو کل ' کافیہ مجرورات تک ' منتخبات عربی کے دو باب تھے - پانچویں فریق میں دستور مبتدی کل ' نحومیر کل اور شرح مائۃ عامل کل اور منتخبات عربی کے دو باب پڑھائے جاتے تھے —

شعبۂ فارسی

درجۂ اول -

قصائد بدر چاچ کل - نصیرائے ھمدانی کل - وقائع نعمت خان عالی کل -

پریم ساگر از صفحہ ۲۰۰ تا ۳۰۰ -

درجہ دوم -

دیوان ناصر علی کل - جواھرالحروف -

درجہ دوم - فریق اول -

ساقی نامۂ ظہوری نصف اول - طاھر وحید تا اصطرلاب - عبدالواسع -

پریم ساگر ص ۵۰ تا ص ۱۵۰ -

درجۂ دوم فریق دوم -

نلدمن - سہ نثر ظہوری - قواعد فارسی - بیتال پچیسی نصف -

درجۂ سوم فریق اول -

سکندر نامۂ تا جنگ دارا - رقعات عالمگیری کل ' بیتال پچیسی ۱۲ قصے -

درجۂ سوم فریق دوم -

زلیخا نصف اول - انشاے خلیفہ نصف اول -

نصاب سائنس کلاس

سائنس کی جماعت الگ قائم ہوگئی تھی جس کی تعلیم اردو میں ہوتی تھی ' اس کا نصاب بابتہ سنہ ۵۰ درج کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو گا کہ سائنس و دیگر علوم کی تعلیم کس درجے تک تھی —

بابت سنہ ۱۸۵۰ ع

جماعت اول : ۱ - احصاے تفرقات Differential Calculas

۲ - Hutton's Dynamics کل

۳ - Ward's Alg. Geometry تا Parabola (وارڈ کا الجبری ہندسہ تا قطعۂ مکافی) ۱۴۹ صفحے

۴ - پریکٹیکل جیومیٹری

جماعت دوم : ۱ - Hutton's Statics (ہٹن کی سکونیات)

۲ - الجبرا کل -

۳ - تاریخ انگلستان کل

جماعت سوم : ۱ - Plane Trig. Geometrically& unalytically علم مثلث مستوی و تحلیلی

۲ - الجبرا -

۳ - انٹروڈکشن ٹو دی نیچرل فلاسفی - میکانکس و علم ہئیت -

۴ - تاریخ انگلستان -

جماعت چہارم : ۱ - اقلیدس گیارھواں و بارھواں مقالہ -

۲ - انٹروڈکشن ٹو نیچرل فلاسفی - میکانکس و ہیئت -

۳ - تاریخ حکومت مغلیہ -

۴ - حساب -

جماعت پنجم : ۱- اقلیدس مقالہ ۳ ' ۴ و ۶ -

۲- انٹروڈکشن ٹو نیچرل فلاسفی ' میکانکس و ہیئت -

۳- تاریخ حکومت مغلیہ -

۴ - حساب -

جماعت ششم : ۱ - اقلیدس پہلا مقالہ -

۲ - جغرافیۂ ایشیا -

۳ - حساب -

نصاب بابتہ سنہ ۱۸۵۳ ع

جماعت اول: ۱ - برنکلے (Brinklay) کی کتاب علم ہیئت صفحۂ ۱۵۱ تا صفحۂ ۲۵۳

Ward's Algebraical Geometry حصہ دوم -

۲ - وارڈ - ابتدا سے تیسرے باب تک اور باب ۶ اور ۷ صفحہ ۴۸۴
تا آخر باب ہفتم -

۳ - تاریخ یونان -

جماعت دوم: ۱ - احصائے تفرقات کل (Differential Calculus)

۲ - وارڈ آٹھویں باب سے دسویں باب تک (بشمول ہر دو باب) -

۳ - میکینکس مصنفۂ ینگ ۳۵ ویں فقرے سے ۷۳ فقرے تک
(بشمول ہر دو) -

جماعت سوم: ۱ - Diff. Cal. ابتدائے Maxima اور Minima تک -

۲ - وارڈ کی کتاب - : Quadratic Eq مساوات درجۂ دوم سے Ellipse (ھلیلجی) تک۔

۳ - تاریخ انگلستان (اردو) ۱۰۰ صفحے -

۴ - ینگ کی کتاب میکانکس ۵۵ صفحے -

جماعت چہارم: ۱ - مفتاح الافلاک نصف اول -

۲ - علم مثلث (ترگنا میٹری) -

۳ - الجبرا، دوسرا باب اور چوتھے باب کے تین حصے -

۴ - تاریخ افغانستان -

جماعت پنجم: ۱ - اقلیدس کے چھے مقالے اور گیارھویں مقالے کی ۲۱ شکلیں -

۲ - رسالۂ مساحت کل -

۳ - تاریخ بنگال (اردو) کل -

۴ - الجبرا - ۶۴ صفحے -

جماعت ششم: ۱ - اقلیدس پہلے چار مقالے

۲ - حساب -

جماعت ھفتم: ۱ - اقلیدس پہلا مقالہ -

۲ - حساب تا کسور اعشاریہ -

شعبۂ انگریزی

ابتدائی نصاب کا ذکر تو پہلے ھو چکا ھے اب اس کے بعد نصاب میں جو تدریجی ترقی ھوئی اس کا ذکر کیا جاتا ھے - ذیل میں تین سال کا نصاب درج کیا جاتا ھے - جس سے اندازہ ھوگا کہ انگریزی زبان وغیرہ کی تعلیم کس درجے اور نوعیت کی ھوتی تھی —

COURSE OF STUDIES, 1847

History and Literature:-

Hume's History of England, the Reign of Charles I and Commonwealth. Gibbon's Roman Empire; the Reign of Justinian and the History of Mohamed (P & B) and the Khalifs. Broughm's Political Philosophy Vol. I. Richardson's Selections; To read Hamlet, Midsummer Night's Dreams, Cato, Thompson's Venice Preserved; Part of Milton, and to revise Macbeth; King Lear; Othello; and Four Books of Milton; Wayland's Political Economy; (Larger Work the Whole).

Bacon's Novum Organum, the Whole.

Law: Marshman's Civil Law 3rd and 4th Chapters :-

Science:- Peschet's Natural Philosophy Vol. II. Whewell's Mechanics (only first divison), Library of Useful Knowledge; Physical and Mathematical Geography; Hall's Differential Calculus to the end, and first six chapters of Integral Calculus (only the first divison) to repeat Trigonometry and Analytical Geometry of two dimensions (only the first division); Bridges' Algebra to the end (only the 2nd. division); Hutton's Spherical Trigonometry, the whole; Hutton's Analytical Geometry of two divisions: Drawing (Optional).

2nd Class.

History :- Brief Survey of History Part II; Pincock's Goldsmith's History of England, the whole.

Literature:- Richardson's Selections, 100 columns; Goldsmith's Geography to the end.

Science:- Rickett's Natural Philosophy (Mechanics); Euclid, Book III and IV; Bridge's Algebra to Simple Equations; Boonycastle's Arithmetic to the end; Composition and Translation; Drawing (Optional) Nagree (Prem Sagar); Persian (Optional), but all attend.

COURSE OF STUDY DURING THE YEAR 1849

ENGLISH DEPARTMENT :-

(FIRST CLASS, FIRST DIVISOIN)

1. Shakespeare's Tempest and Richard III.
2. Bacon's Essays, the whole.
3. Schlegel's History of Literature - the 7 First Lectures.
4. Reid's Inquiry into the Human Mind - the Whole.
5. Stewart's Elements of the Philosophy of the Human Mind to page 276.
6. Hume's History of England - Reign of Edward VI and Mary.
7. Gibbon's Roman Empire, 64th. - 65th. Chapters.
8. Tytler's Universal History, 1st. and 2nd. books.
9. Smith's Wealth of Nations, 1st. Book.
10. Trail's Physical Geography - the whole.
11. Hall's Integral Calculus, 1st. sub-Division, 7th. Chapter of 2nd. Ed.
12. Hall's Differential Calculus, 6th. 7th. and 8th. Chapters.
13. Wand's Analytical Geometry, 9th. and 10th. Chapters, 1st. Division, and Chapter 1st. to 6th. inclusive IInd. Division.
14. Rutherford's Course of Hutton's Mathematics, 1st Sub-division; Dynamics and 2nd. Sub-Division; Statics.
15. Composition.
16. History of England in Nagree. 5th Chapter.
17. Drawing and Surveying.

FIRST CLASS, SECOND DIVISION.

1. Richardson's Selections; Macbeth; Essay on Criticism; Thompson's Seasons and Castle of Indolence and Spencer's Fairy Queen.
2. Bacon's Essays with the 1st. Division.
3. Reid's Inquiry into the Human Mind with the 1st. Division.

4. Tytler's Universal History with the 1st. Division.
5. Mayland's Political Economy from page 224 to the end.
6. Trail's Physical Geography with the 1st. Division.
7. Hydrostatics and Dynamics. L. U. K.
8. Bridge's Algebra, Chapters 10th. and 11th.
9. Euclid's Geometry 12th. Book.
10. Snowball's Trigonometry Spherical from 1st. to 4th. Chapters.
11. Plane from 1st. to 4th. to be reviewed.
12. Rutherford's Course of Hutton's Math.,Conic Sections; the Parabola and Ellipse.
13. Composition.
14. History of England in Nagree 5 chapters.
15. Drawing and Surveying.

SECOND ENGLISH CLASS

1. Richardson's Selections; Hutton's 3rd. and 4th. Bock and Hamlet.
2. Graham's English Composition the whole.
3. Abercrombie's Intellectual Powers; Part 1st. and 2nd. and 3 sections of part III.
4. Pinncok's History of England - the whole.
5. Mayland's Political Economy to page 224.
6. Physical and Mathematical Geography, L. U. K. the whole.
7. Mechanics, L. U. K. Second Treatise
8. Bridge's Algebra to the end of Quadratic Equations.
9. William's Symbolical Euclid 4th. 6th. and 11th. Books.
10. Hind's Trigonometry, 3 First Chapters.
11. Composition and Translation.
12. Stewart's Historical Anecdotes in Nagree - the Whole.
13. Drawing and Surveying.

THIRD ENGLISH CLASS :-

1. Poetical Reader No. 3 Chapters 2nd. and 3rd.
2. Goldsmith's History of England.
3. Introduction to Natural Philosophy, Mechanics and Astronomy.
4. Woodbridge's Geographyp pp. 16 - 62 and 89 - 172.
5. Bridge's Algebra to the end of Simple Equations.
6. Playfair's Geometry, the four first books.
7. Translation and Dictation.
8. Hindee Tables in Nagree.

COURSE OF STUDY DURING THE YEAR 1851.

FIRST ENGLISH CLASS, 18 PUPILS :-

1. Shakespear's Midsummer Night's Dream.
2. Dryden's Absolam and Achitophal and Pope's Essay on Criticism.
3. Bacon's Advancement of Learning.
4. Warren's Selections from Blackstone as far as 205 pages.
5. Elphinstone's History, 1st. Vol.
6. Keightley's England, from the Accession of James I to the Revolution of 1688.
7. Hymer's Conic Sections, with the exception of General Equations.
8. Wood's Mechanics.
9. Hall's Differential Calculus, three First Chapters.
10. Revision of Algebra, Geometry and Plane Trigonometry.
11. Composition.
12. Drawing.
13. Surveying.

14. Urdu.

SECOND ENGLISH CLALSS, EIGHTEEN PUPILS:-

1. Goldsmith's Deserted Village and Traveller.
2. Hutton's First Book of Paradise Lost.
3. Goldsmith's Citizen of the World. Cal. Ed. to letter 61 inclusive.
4. Keightley's Rome.
5. Wayland's Political Economy : Book I.
6. Geometry, Rivision of 1st. 2nd. and 3rd. Books and the 4th. 6th. and 11th.
7. Bridge's Algebra, to page 186, with the omission of Unlimited Problems.
8. Composition.
9. Drawing.
10. Prem Sagar - 152 pp.
11. Translation from English into Urdu.

COURSE OF STUDY DURING 1853.

FIRST ENGLISH CLASS IN LITERATURE.

1. Shakespear's Hamlet.
2. Milton's Paradise Lost.
3. Bacon's Essays.
4. Mackintosh's Ethical Philosophy.
5. Elphinstone's History of India.
6. Soda's Ghazals, (Urdu).

FIRST CLASS - FIRST DIVISION IN MATHS:-

1. Differential and Integral Calculus.
2. Mechanics and Conic Section.
3. Webster's Hydrostatics.

.RST, SECOND DIVISION IN MATHS :-

1. Mechanics.
2. Hammer's Conic Section.
3. Webster's Hydrostatics.
4. Surveying.
5. Drawing.

SECOND CLASS, IN LITERATURE AND MATHS :-

1. Addison's Spectator - 100 pages.
2. Pope's Essay on Criticism.
3. Dryden's Absolom and Achitophel.
4. Keightley's History of England Vol. I with corresponding Geography.
5. Anwar -e- Sahaili, in Urdu.
6. Bagh -o- Bahar in Urdu.
7. Plane Trigonometry and the nature and use of Logarithims.
8. Algebra as far as the Geometric Progression.
9. Euclid 21st. Proposition 11th. Book with revision of Whcle.

THIRD ENGLISH CLASS, IN LITERATURE & MATHS :-

1. Goldsmith's Traveller.
2. Campbell's Pleasure of Hope.
3. Goldsmith's Essays to 61st. Letter.
4. Marshman's India - the Whole.
5. Euclid 6 Books, 21st. Prop. of the 11th. Bock.
6. Bridge's Algebra as far as Quadratic Equations.
7. Natural Philosophy .
8. Gul-e- Bakavali - in Urdu.
9. Mofeed Sibian - in Urdu.

وظائف - فیس - تعداد طلبہ

جس وقت گورنمنٹ کالج کے قیام کی تجویز درپیش تھی تو مقامی مجلس نے بہت پر زور سفارش کی تھی کہ مشرقی دستور کے مطابق بعض طلبہ کو وظائف ضرور دیے جائیں تا کہ وہ آسانی سے اپنی تعلیم جاری رکھہ سکیں -

جنرل کمیٹی نے اس تجویز کو منظور کیا اور کالج کے هر شعبے یعنی فارسی ' عربی اور سنسکرت کے شعبوں کے لئے چند چند وظائف تجویز کئے - پہلے سال جب کالج کا افتتاح هوا تو وظیفہ خوار طلبہ کی تعداد ۵۰ تھی ' دوسرے سال ۸۰ هوگئی - ان میں سے هر ایک طالب علم کو تین تین روپے ماهوار وظیفہ دیا جاتا تھا ' سنہ ۱۸۲۸ ع میں وظائف کی تعداد میں بہت بڑا اضافہ هوا اور وظیفہ خوار طلبہ کی تعداد ۲۰۹ هوگئی اور ان کے دس درجے مقرر کئے گئے جن کی مقدار ایک روپیہ سے لے کر چھے روپے تک تھی - یعنی ادنی جماعتوں میں ایک روپیہ وظیفہ دیاجاتا تھا جو بڑھتے بڑھتے اعلی جماعتوں میں چھے روپے هو جاتا تھا - لیکن اس قدر مختلف مدارج موجب دشواری ثابت هوے اور آخر دو شرحیں معین کي گئیں ایک دو روپے کی اور دوسری پانچ روپے کی - یعنی داخلے کی تاریخ سے طالب علم کو دو روپے وظیفہ دیا جاتا تھا اور جب وہ پڑھ لکھہ کر کافی استعداد حاصل کرلیتا تو پانچ روپے کردیا جاتا —

تجربے سے یہ سب طریقے ناقص ثابت هوئے اور ضرورت اس امر کی محسوس هوئی کہ ادنی وظیفوں کی تعداد کم کرکے اعلی وظیفوں میں اضافہ کیا جاے - چنانچہ اس اصول کی بنا پر چند وظیفے آٹھہ ' دس اور سولہ روپے ماهانہ کے مقرر کئے گئے - سنہ ۱۸۳۲ ع کی سالانہ رپوٹ میں مذکور ھے

که جنرل کمیٹی کی رائے پر کسی قدر عملدر آمد ہوا ہے ، یعنی دو نہایت مستعد اور قابل طالب علموں کو سولہ سولہ روپے اور دو کو دس دس روپے ماہانہ کے وظیفے دیے گئے ہیں —

سنہ ۱۸۳۵ ع میں جہاں ہندوستان کے نظام تعلیم میں اور انقلابات ظہور میں آئے تھے ، ان میں ایک یہ بھی تھا کہ " گورنر جنرل باجلاس کونسل طلبہ کو زمانۂ تعلیم میں وظائف دینے کے عمل کو نہایت قابل اعتراض خیال کرتے ہیں ...... اور اس لئے وہ ہدایت کرتے ہیں کہ آیندہ کسی طالب علم کو جو ان درس گاہوں میں داخل ہو کسی قسم کا کوئی وظیفہ نہ دیا جائے "—

لارڈ بنٹنک کے اس رز و لیوشن کا اثر دلی کالج پر بھی پڑا - یہاں طالب علم مفت ہی نہیں پڑھتے تھے بلکہ وظیفے بھی پاتے تھے جو نادار طلبہ کا ذریعۂ معاش تھا - نئے حکم کے رو سے وظیفے بند ہوگئے تو طلبہ کی تعداد بھی گھٹ گئی - ذیل میں سنہ ۱۸۳۳ ع سے ۱۸۳۸ تک کا ایک نقشہ دیا جاتا ہے جس سے مشرقی اور انگریزی شعبے کے وظیفہ خوار اور غیر وظیفہ خوار طلبہ کی تعداد معلوم ہوگی نیز یہ بھی ظاہر ہوگا کہ وظیفوں کی موقوفی سے تعداد طلبہ پر کیا اثر پڑا —

سنہ	شعبۂ مشرقی: وظیفہ خوار	شعبۂ مشرقی: غیر وظیفہ خوار	شعبۂ مشرقی: جملہ	شعبۂ انگریزی: وظیفہ خوار	شعبۂ انگریزی: غیر وظیفہ خوار	شعبۂ انگریزی: جملہ
۱۸۳۳	۲۴۳	۳۶	۲۷۹	۱۳۴	۱۸	۱۵۲
۱۸۳۴	۲۳۰	۱۸	۲۴۸	۱۲۹	۱۱	۱۴۰
۱۸۳۵	۲۱۷	۱۰	۲۲۷	۱۲۷	۹۱	۱۸۸
۱۸۳۶	۱۶۴	۳۴	۱۹۸	۱۱۷	۵۰	۱۶۷
۱۸۳۷	۱۲۴	۱۷	۱۴۱	۶۸	۴۰	۱۰۸
۱۸۳۸	۸۹	۳۴	۱۲۳	۴۷	۴۱	۸۸

اس نقشے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وظیفہ خوار طلبہ کی کس قدر کثیر تعداد تھی - سنہ ۳۴ ع میں طلبہ کی تعداد ۳۸۸ تھی ان میں وظیفہ خوار ۳۵۹ (اور بعض رپوٹوں کے بموجب ۳۶۵) تھی - دوسری طرف اس نقشے سے یہ بھی ظاہر ہے کہ وظیفوں کے بند ہوجانے سے سنہ ۳۶ ع میں دفعتاً ۵۰ طالب علموں کی کمی ہوگئی اور دوسرے سال ۱۱۶ اور کم ہوگئے اور سنہ ۳۸ ع میں کسی قدر اور کمی ہوی نتیجہ یہ ہوا کہ یا تو سنہ ۳۳ ع میں ۴۳۱ طالب علم تھے یا سنہ ۳۸ ع میں ۲۱۱ رہ گئے یعنے نصف سے بھی کم - یہ صرف وظیفوں کی موقوفی کی وجہ سے تھا اور اس سے کالج کو بہت نقصان پہنچا —

اس سے یہی نہیں ہوا کہ طالب علموں کی تعداد کم ہوگئی بلکہ دوسری مشکل یہ رو نما ہوی کہ طالب علم زیادہ مدت تک اپنی تعلیم جاری نہیں رکھہ سکتے تھے اور اعلیٰ تعلیم سے محروم رہ جاتے تھے - چھوٹی موٹی تنخواہ کی بھی کوئی نوکری مل‌جاتی تھی تو تعلیم ترک کرکے اُسے قبول کرلیتے تھے - دھلی میں طالب علمی کا زمانہ بالاوسط چار سال سے زیادہ نہ تھا - اس قلیل عرصے میں ظاہر ہے کہ تعلیم کسی طرح بھی مکمل نہیں ہوسکتی تھی —

دلی والوں نے اس کا بہت برا مانا تھا - تعلیم کے متعلق اس وقت اور اُس وقت کے خیالات میں بہت بڑا فرق ہوگیا ہے اکثر طلبہ نادار تھے اور بغیر امداد کے اپنی تعلیم زیادہ مدت تک جاری نہیں رکھہ سکتے تھے اور سوائے گورمنٹ کی امداد کے دوسرا کوئی سہارا نہ تھا ' چنانچہ مسٹر تامسن نے اپنے معائنہ کی یاد داشت میں جو انھوں نے ۸ اپریل سنہ ۱۸۴۱ ع کو جنرل کمیٹی کی خدمت میں پیش کی ' اس کی تصدیق کی ہے - وہ

لکھتے ہیں کہ —

" اہل دہلی اس قسم کی درسگاہ کی اعانت میں مالی امداد دینے کے لئے کسی طرح آمادہ نہیں - وہ ہمیشہ سے ان کالجوں کو خیراتی درسگاہیں سمجھتے آئے ہیں - مرفہ الحال لوگ اپنی اولاد کی تعلیم کا انتظام اپنے گھروں پر کرلیتے ہیں اور اگر ان میں سے کچھ ایسے کالجوں میں آتے بھی ہیں تو وہ کالج کے کسی نامور فاضل کی شہرت کی وجہ سے ' کیونکہ ان سے وہ کسی اور طرح فیض حاصل نہیں کرسکتے - لیکن مشرقی کالج کبھی ایسے تھے اور نہ ہیں جیسے اس درجے کے کالج ہمارے ملک (انگلستان) میں ہوتے ہیں ' جہاں ملک کے ہر طبقے کے لوگ تعلیم پاتے ہیں اور برابری کے دعوے سے تعلیم میں مقابلہ کرتے ہیں -

لوگوں کے خیالات آسانی سے نہیں بدلا کرتے اور اب سوال یہ ہے کہ آیا ہماری کارروائیوں نے جو اس درسگاہ کے متعلق عمل میں آئی ہیں ' لوگوں کے خیالات میں کوئی تبدیلی پیدا کی ہے یا نہیں - یہ سولہ سال سے قائم ہے اور اس عرصے میں بیشمار تجویزوں اور تحریکوں کا یکے بعد دیگرے تجربہ کیا گیا خاص کر ان تجویزوں کا جن سے طلبہ کو اس کالج کی طرف کشش اور رغبت ہو - حال میں جو وظائف ' خواہ رعایتی ہوں یا ترغیبی ' مسدود کردے گئے تو یہ کالج بیٹھ ہی گیا " -

تعلیم کے روشن خیال حامیوں نے جن میں لوکل کمیٹی کے ارکان بھی شریک تھے اس خرابی کو محسوس کیا اور جنرل کمیٹی کو ان خرابیوں

کی طرف توجہ دلائی - جنرل کمیٹی نے تعداد طلبہ کی کمی اور جلد تعلیم ترک کردینے پر افسوس ظاہر کیا لیکن یہ لکھا کہ وہ وظائف کے اس طریقے کو پھر جاری کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہے جو ایک مدت کے تجربے کے بعد نا کام ثابت ہوا ہے - ان لوگوں نے بہت سر پٹکا مگر کچھ پیش نہ گئی —

سنہ ۱۸۳۷ ع میں جب لارڈ آکلنڈ نے دہلی کالج کا معائنہ فرمایا تو انہیں اس معاملے سے آگاہی ہوئی کیونکہ دہلی کالج وظیفہ خواری کا بہت بڑا مرکز تھا - لارڈ صاحب نے تعلیمی کمیٹی کو اس مسئلہ کی طرف متوجہ کیا اور ممتاز طلبہ کو وظیفے دینے کی ہدایت کی —

سنہ ۱۸۳۹ ع میں جب تعلیم کا عام مسئلہ گورنمنٹ کے سامنے پیش ہوا تو وظیفے کا معاملہ بھی زیر بحث آیا اور تعلیمی کمیٹی کو ہدایت کی گئی کہ جہاں تک جلد ممکن ہو وظائف کی اسکیم کے متعلق رپوٹ پیش کرے - وظائف کے اصول یہ ہونے چاہئیں کہ ان کی تعداد محدود ہو اور محدود زمانے کے لئے ہوں اور صرف انہیں طلبہ کو دیے جائیں جو قابلیت اور محنت کی بنا پر ممتاز ہوں - نیز گورنر جنرل بہادر کو کوئی اعتراض نہ ہوگا اگر چار طالب علموں کے پیچھے ایک کو ایسا وظیفہ دیا جاے - شرط یہ ہونی چاہئیے کہ اگر سالانہ امتحان میں تعلیمی حالت قابل اطمینان نہ پائی گئی تو مسدود کردیا جاے گا —

غرض اس تجویز کے مطابق ترغیبی یعنے قابلیت کے وظیفے جاری ہوگئے - اس کے بعد مقامی مجلس نے پھر جنرل کمیٹی سے درخواست کی کہ رعایتی وظیفے جن سے طلبہ کی پرورش منظور ہے' دوبارہ جاری کئے جائیں کیونکہ ایک تو یہ ہمارا قدیم دستور ہے دوسرے لوگ اس قدر محتاج اور نادار ہیں کہ ان کے بچوں کے لئے یہ طریقہ بہت مناسب ہوگا - جنرل کمیٹی نے

جواب دیا کہ ھمارا مقصد صرف یہی نہیں ھے کہ نادار اور محتاج لوگوں کے بچوں کی تعلیم کا انتظام کریں بلکہ اس کے مقاصد اس سے بہت اعلی اور ارفع ھیں۔ اس سے ھمارا منشا کفایت شعاری نہیں ھے بلکہ دیگر وجوہ کی بنا پر ھمارا یہ یقین ھے کہ یہ تبدیلی جو کی گئی ھے وہ بہت مناسب ھے —

اس کے چند مہینے بعد مسٹر ٹامسن نے عارضی طور پر رعایتی وظیفوں کے پھر جاری کرنے کے متعلق تجویز پیش کی - انھوں نے لکھا کہ مسلمان ھمیشہ مدارس اور کالجوں کو غریب طالب علموں کے لئے خیراتی ادارے سمجھتے آئے ھیں - اس لئے ان کی رائے میں تین روپے ماھانہ کے رعایتی وظیفے امداد کے طور پر کافی ھوں گے - اس کے ساتھ ھی انھوں نے یہ تجویز کی کہ ان وظیفوں کے حاصل کرنے کے لئے ایک حد تک استعداد کی شرط بھی لگا دی جائے تاکہ بیکار اور کاھل لڑکے نہ آنے پائیں —

اس تجویز کے مطابق یہ رعایتی وظیفے جو پرورش کے وظیفوں اور ترغیبی وظیفوں کے بین بین تھے ' جاری کئے گئے - اس کا فوری اثر یہ ھوا کہ نیچے کی جماعتوں میں طلبہ کی تعداد بڑھ گئی - جنرل کمیٹی نے بھی اسے محسوس کیا مگر اس نے اس سے دوسرا ھی نتیجہ نکالا - اس کی رائے میں یہ صحیح اصول نہیں ھے کہ طالب علموں کو مالی امداد دے کر تعلیم کی ترغیب دی جائے - چند ماہ کے تجربے کے بعد یہ وظیفے تو بند ھوگئے اور ترغیبی یعنے لیاقت کے وظیفے قائم رہ گئے —

سنہ ١٨٤٣ ع کی رپوٹیں دیکھنے سے یہ معلوم ھوتا ھے کہ اس زمانے میں کالج میں دو قسم کے وظائف تھے ایک سینیر یعنے اعلی اور دوسرے جونیر یعنے ادنی ' جن کی تفصیل یہ ھے —

۲	سینیر اسکالر شپ	فی ۴۰
۱	" ,,	فی ۳۰
۶	جونیر ,,	فی ۲۵
۴	" ,,	فی ۸
۴	" ,,	فی ۶
۱۳	" ,,	فی ۴

سینیر اسکالر شپ کے امتحان کے لئے حسب ذیل مضامین میں تیاری کرنی پڑتی تھی (۱) انگریزی ادب (۲) تاریخ (۳) قانون (ہایکسٹن) (۴) معاشیات (۵) پیلی (Paley) کی نیچرل تھیا لوجی (۶) ریاضی (۷) عربی یا سنسکرت —

اس سال یہ قرار پایا کہ چالیس روپے سے زیادہ اور آٹھ روپے سے کم کوئی وظیفہ نہ دیا جاے - اس سے پہلے اعلیٰ طالب علم کو پچاس روپے وظیفہ دیا جاتا تھا اور وظیفے کی رقم کم سے کم آٹھ روپے ہوتی تھی —

سنہ ۱۸۴۵ ع میں انگریزی شعبے میں چھ سینیر اور چار جونیر وظیفہ خوار تھے - مشرقی شعبۂ عربی میں سینیر اسکالر دس اور جونیر ۱۳ تھے —

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو تجویز سنہ ۴۳ ع میں سینیر اور جو نیر وظیفوں کی شرح کے متعلق ہوی اس پر ہمیشہ عمل در آمد نہیں ہوا اور شرح میں کچھہ نہ کچھہ تبدیلی ہوتی رہی - مثلاً ۱۸۴۶ - ۴۷ ع میں پانچ * اعلیٰ وظیفے دیے گئے جن میں سے دو تیس تیس کے تھے ایک

---

* رام چندر ۳۰ روپے دھرم نراین ۳۰ روپے شیونراین ۲۵ روپے موتی لال ۱۸ روپے امیر خاں ۱۸ روپے —

پچیس کا اور دو اٹھارہ اٹھارہ کے - تیس طلبہ کو ادنیٰ وظیفے ملے جن کی مقدار آٹھ روپے سے چار روپے تک تھی —

اب تک یہ وظیفے دلی والوں ہی کو ملتے تھے لیکن اس سال قرب و جوار کے فارسی طلبہ کو بھی ادنیٰ وظائف کے مقابلے کے لئے دعوت دی گئی - باہر سے ۲۸ طالب علم شریک ہوئے جن میں سے سات نے چار چار روپے ماہانہ کا وظیفہ حاصل کیا —

۱۸۴۷ - ۴۸ میں انگریزی شعبے میں اعلیٰ وظیفے پانے والے ۹ اور ادنیٰ وظیفے والے ۲۵ تھے جن میں سے بائیس کو چار چار روپے ماہانہ وظیفہ ملتا تھا - شعبۂ عربی میں اعلیٰ وظیفہ خوار ۹ اور ادنیٰ ۱۸ تھے - شعبہ فارسی میں ایک اعلیٰ اور تین ادنیٰ وظیفے والے تھے - جن میں سے ۱۹ کو چار چار روپے ماہانہ وظیفہ ملتا تھا --

سنہ ۴۸ ع میں ۳۵ بیرونی طلبہ نے فارسی وظیفے حاصل کرنے کی کوشش کی جن مین سے دس کامیاب ہوئے —

سنہ ۴۹ ع میں انگریزی شعبے میں ۱۴ نئے طلبہ کو تیس سے پانچ روپے ماہانہ تک کے وظیفے دیے جاتے تھے اور ۲۹ وظیفے چار چار روپے کے تھے —

شعبۂ مشرقی (عربی) میں سال گزشتہ کے وظیفہ خواروں کے علاوہ چار اعلیٰ وظیفہ پانے والے اور اٹھ ادنیٰ وظیفے والے تھے - جن میں ایک طالب علم نذیر احمد بھی تھے (یعنے دلی کے مولوی نذیر احمد) ان کے سوا ۱۷ طلبہ کو چار چار روپے وظیفے دیے جاتے تھے - شعبۂ فارسی میں چار ادنیٰ وظیفے پانے والے تھے جن میں ایک ذکاءالله بھی تھے - سنسکرت کے شعبے میں ایک اعلیٰ وظیفہ پاتا تھا اور سات کو چار چار روپے کا وظیفہ ملتا تھا —

اس سال ۹۲ بیرونی طلبہ عربی فارسی کے وظیفے کے مقابلے کے لئے شریک امتحان ہوے - مفتی صدرالدین صاحب نے امتحان لیا ان میں سے ۹ وظیفے کے قابل نکلے —

اس سال کے لئے سرکار نے چھ سو چھیانوے روپے وظائف کے لئے منظور کئے - مشرقی شعبے میں مفصلہ ذیل مضامین اعلی وظیفے کے لئے تجویز کئے گئے —

عربی - مقامات حریری (اول نصف)، شرح وقایہ نصف - نفحۃالیمن - ترجمہ از اردو - اقلیدس چھ مقالے - الجبرا تا مساوات درجۂ چہارم، جغرافیہ - تاریخ ھند —

فارسی - سہ نثر ظہوری تمام - دیوان حافظ نصف - ترجمہ از اردو - اقلیدس چار مقالے - الجبرا تا مساوات درجۂ دوم - جغرافیہ - تاریخ ھند —

سنہ ۱۸۵۱ع میں انگریزی شعبے میں گیارہ اعلی وظیفہ پانے والے اور چھ ادنی وظیفے والے تھے، عربی شعبے میں ۱۴ اعلی کے اور ۱۲ ادنی کے، فارسی شعبے میں پانچ اعلی اور نو ادنی، سنسکرت میں ایک اعلی اور دس ادنی وظیفہ پاتے تھے —

سنہ ۱۸۵۳ع وظائف کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی - انگریزی شعبے میں اعلی وظائف بارہ تھے جن میں تین پچیس پچیس کے ایک بیس کا، تین بارہ بارہ کے اور پانچ نو نو کے اور ادنی وظائف ۲۸ تھے جن میں ایک آٹھ کا دو چھ چھ کے، دس پانچ پانچ کے اور باقی چار چار کے - عربی شعبے میں چودہ اعلی دو بارہ بارہ کے اور باقی نو نو کے اور ۱۰ ادنی ایک چھ کا ایک پانچ کا باقی چار چار کے - فارسی شعبے میں دو اعلی نو نو کے اور انیس ادنی ایک سات کا دو پانچ پانچ کے اور

باقی چار چار کے اور سنسکرت میں ایک اعلیٰ نو روپے کا اور گیارہ ادنیٰ چار چار روپے کے تھے —

غدر کے بعد جب کالج دوبارہ کھلا تو اس کا تعلق ممالک مغربی شمالی کے بجائے پنجاب گورمنٹ سے ہوگیا اور وظائف میں بھی کمی ہوگئی - چنانچہ سنہ ۱۸۶۵ ع کے دربار میں جو دلی میں ہوا، ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن نے اپنے ایڈریس میں اس امر کا خود اقبال کیا ہے کہ "دلی کالج کے طلبہ کو اگرچہ اب وظائف کی رقم گزشتہ زمانے کے مقابلے میں جب وہ حکومت ممالک مغربی شمالی کے تحت میں تھا، نسبتاً چھٹا حصہ دی جارہی ہے" - وظائف ہی کم نہیں ہوے تھے بلکہ قواعد بھی سخت ہوگئے تھے - جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طلبہ کی تعداد میں کمی واقع ہونے لگی - پرنسپل صاحب کو اس سے بہت تشویش ہوئی اور انھوں نے لفٹننٹ گورنر کو رپوٹ کی کہ اگر یہی لیل و نہار رہے تو پنجاب کے کالج بہت جلد بیٹھہ جائیں گے - انھوں نے بطور نظیر یہ بھی لکھا کہ آگرہ اور بریلی میں حکومت ممالک مغربی شمالی وظائف کے معاملے میں بڑی فیاضی سے کام لے رہی ہے —

سنہ ۱۸۶۵ ع میں وظائف کی تعداد یہ تھی - بی - اے سال سوم میں تین، سال دوم میں چھہ، سال اول میں نو - باقی کم درجے کے وظائف اسکول میں دئیے جاتے تھے جن کی تعداد ۴۳ تھی —

میں اوپر لکھہ چکا ہوں کہ دلی کالج میں تعلیم مفت ہی نہیں بلکہ وظیفے بھی ملتے تھے اور شروع شروع میں تقریباً سب ہی وظیفے خوار تھے اور چند جنھیں وظیفہ نہیں ملتا تھا بغیر فیس کے تعلیم پاتے تھے - سنہ ۱۸۳۱ ع میں لوکل کمیٹی (مقامی مجلس) دہلی نے یہ رپوٹ کی کہ

ان کے خیال میں دلی کا کوئی باشندہ تعلیم کی اجرت دینے پر آمادہ نہ ہوگا، خواہ وہ انگریزی شعبے میں پڑھتا ہو یا فارسی شعبے میں، بلکہ مفت تعلیم دینے پر بھی چند ہی طالب علم داخل ہونے کے لئے آئیں گے -

کئی سال تک یہ معاملہ یونہیں رہا اور فیس کے متعلق کوئی تحریک نہیں ہوئی - سنہ ۱۸۴۴ع میں اس کی ابتدا انگریزی شعبے سے ہوی اور وہ اس طرح کہ کالج میں داخل ہونے کے لئے فیس داخلہ کی شرط لگا دی گئی- کمیٹی نے اس بارے میں یہ لکھا ہے کہ اس سال گذشتہ سالوں کے مقابلے میں حاضری باقاعدہ اور اچھی رہی اور یہ فیس داخلہ کا طفیل ہے - اگرچہ اس کی مقدار بہت خفیف ہے تاہم طلبہ اور ان کے والدین کی نظرون میں تعلیم کی وقعت بڑہ گئی ہے، جو پہلے نہیں تھی —

دوسرے ہی سال مقامی مجلس نے تجویز کی کہ اس قاعدے کا نفاذ شعبۂ مشرقی پر بھی کیا جاے اور گورمنٹ میں اس کے متعلق تحریک کی گئی - لفٹنٹ گورنر بہادر نے جواب میں یہ لکھا کہ اگر مجلس کو اپنی تجویز کے قرین مصلحت ہونے پر کامل وثوق ہے تو وہ فیس لگا سکتی ہے لیکن " ہم اُنھیں نوجوانوں کو زیادہ تر اپنی درس گاہ کی روشن خیالی کے اثر میں لانے کے خواهش مند ہیں جو آیندہ چل کر اپنے اهل وطن کی نظروں میں اپني قدیم عالمانہ زبانوں کے فاضل سمجھے جائیں گے - اس لئے ان کے داخلے کے لئے ہمارا دروازہ جہاں تک ممکن ہو کھلا رہنا چاہئے " اس کا منشا صاف ہے - مشرق السنہ و علوم کے علما اور طلبہ دونوں کو مغربی علوم اور گورمنٹ کی نیت کی طرف سے سوء ظن تھا - انگریزی شعبے والوں کی طرف سے تو انھیں اطمینان تھا کہ وہ انگریزی زبان اور علوم پڑہ کر رستے پر آجائیں گے لیکن مشرقی خیالات والوں کی طرف سے گورمنٹ بھی اتنی ہی بدظن تھی جتنے وہ مغربی خیالات اور

گورنمنٹ سے تھے' اس لئے گورنمنٹ اُن کو مائل کرنے کے لئے ہر قسم کی رعایت کرنے اور سہولت بہم پہنچانے کے لئے آمادہ تھی —

چند سال بعد پھر تحریک ہوی کہ مشرقی شعبے سے بھی فیس داخلہ وصول کی جاے - اس مرتبہ گورنمنٹ نے منظوری دےدی —

اس کے بعد دوسرا درجہ یہ تھا کہ انگریزی شعبے والوں سے ماھانہ فیس وصول کی جاے - سنہ ۱۸۴۶ ع میں اس کا تجربہ کیا گیا لیکن کچھہ زیادہ کامیابی نہ ھوئی - فیس والدین کی آمدنی کے تناسب سے قائم کی گئی اور جن کی آمدنی ۳۵ روپے ماھانہ سے زیادہ نہ تھی وہ فیس سے مستثنیٰ تھے - اس اصول کے عملدرآمد سے معلوم ھوا کہ شاید ھی کوئی ایسا شخص ھوگا جس کی آمدنی ۳۵ روپے ماھانہ سے زیادہ ھو' لہذا چند ھی طالب علم ایسے نکلے جن سے فیس وصول ھوي اور جو رقم وصول ھوی وہ بہت ھی حقیر تھی یعنے جملہ تعداد طلبہ ۳۳۴ تھی اس میں سے صرف ۱۶ طالب علم ایسے تھے جو فیس ادا کرتے تھے اور فیس کی کل آمدنی انیس روپے ھوي - اس سے اھل دھلي کی خوش حالی کا اندازہ ھوسکتا ھے - آخر سنہ ۴۸ - ۱۸۴۷ ع میں یہ شرح اختیار کی گئی —

والدین کی آمدنی	فیس تعلیم
سوروپے سے زیادہ	پانچ روپے
ستر اور یا سو سے کم	تین روپے
پینتیس اور ستر سے کم	آٹھہ آنے

آمدنی کے لحاظ سے فیس کی شرح قائم کرنا اگر چہ بہ ظاھر بہت منصفانہ اور معقول طریقہ معلوم ھوتا ھے' لیکن اس میں بہت سی دشواریاں ھیں - اس کا تجربہ مختلف کالجوں میں کیا گیا اور ھر جگہ ناکامی ھوئی آخر اسے

ترک کرنا پڑا۔ لیکن دلی کالج میں یہ طریقہ سنہ ۵۲ ع تک برابر جاری رہا —

ماہانہ فیس کا قاعدہ مشرقی شعبے میں ہی جاری کیا گیا لیکن نرمی کے ساتھ ۔ چنانچہ سنہ ۱۸۵۰ ع میں فارسی شعبے میں ۱۶، عربی شعبے میں ۶ اور سنسکرت شعبے میں ۳ طالب علم فیس ادا کرتے تھے ۔

ذیل کے نقشے سے ہر سال کی تعداد طلبہ اور مقدار فیس معلوم ہوگی ۔

سنہ	جملہ تعداد طلبہ	تعداد فیس دہندہ	مقدار فیس سالانہ
۱۸۳۵ - ۳۶	۳۶۴	۰	۰
۱۸۳۶ - ۳۷	۲۴۹	۰	۰
۱۸۳۷ - ۳۸	۲۱۱	۰	۰
۱۸۳۸ - ۳۹	۲۲۶	۰	۰
۱۸۳۹ - ۴۰	۱۸۹	۰	۰
۱۸۴۰ - ۴۱	۱۹۶	۰	۰
۱۸۴۱ - ۴۲	۳۲۹	۰	۰
۱۸۴۲ - ۴۳	۲۸۶	۰	۰
۱۸۴۳ - ۴۴	۳۰۵	۰	۰
۱۸۴۴ - ۴۵	۳۹۰	۰	۰
۱۸۴۵ - ۴۶	۳۷۵	۰	۰
۱۸۴۶ - ۴۷	۳۳۴	۱۶	۱۹۲
۱۸۴۷ - ۴۸	۳۵۹	۱۲	۳۲۱
۱۸۴۸ - ۴۹	۳۳۹	۷۷	۶۲۲
۱۸۴۹ - ۵۰	۳۳۹	۱۲۵	۹۵۸
۱۸۵۰ - ۵۱	۳۳۳	۱۸۱	۱۳۵۸

سنہ	جملہ تعداد طلبہ	تعداد فیس دھندہ	مقدار فیس سالانہ
۱۸۵۲ - ۵۳	۳۱۵	۲۳۰	۱۹۱۰
۱۸۵۳ - ۵۴	۳۳۳	۲۳۹	۲۰۸۲
۱۸۵۶ - ۵۷	۳۴۵		۲۴۰۵ - ۱ - ۳

اس نقشے پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ سنہ ۱۸۳۵ اور سنہ ۱۸۴۱ کے درمیان تعداد طلبہ بہت کم ہوگئی تھی - اس کی وجہ یہ تھی کہ طلبہ کے وظیفے بحکم سرکار بند ہوگئے تھے - جب سنہ ۱۸۴۱ میں ادنی رعایتی وظیفوں کی تعداد زیادہ کردی گئی تو ادنی جماعتوں میں فوراً حیرت انگیز اضافہ ہوگیا یعنے یا تو ۱۶۶ طلبہ تھے یا دفعتاً ۳۲۹ یا جیسا کہ سالانہ رپوٹ میں درج ہے ۴۲۹ ہوگئے - کچھہ دنوں بعد جب رعایتی وظائف ترغیبی یا لیاقت کے وظیفوں میں تبدیل ہوگئے تو تعداد پھر گھٹ گئی - اس کے بعد پھر اضافہ ہوا لیکن تعلیمی فیس جاری ہونے پر پھر چھیم ہونے لگی ' اس کے بعد سے تعداد قریب قریب ایک ہی سی رہی - البتہ سنہ ۱۸۵۲ ع میں تعداد میں کسی قدر کمی نظر آتی ہے یہ وہ سال ہے جب ماسٹر رام چندر اور ڈاکٹر چمن لال نے عیسائی مذہب قبول کرلیا تھا اور شہر والوں میں بڑا خلفشار پیدا ہوگیا تھا اور لڑکوں نے اپنے نام کالج سے کٹوا لیے تھے —

ذیل کے نقشے سے طلبہ کی تعداد بہ لحاظ مذہب اور بہ لحاظ تعلیم مختلف السنہ معلوم ہوگی — تعداد متعلمین

سنہ	ہندو	مسلمان	عیسائی	انگریزی	فارسی	عربی	سنسکرت
۱۸۳۵ - ۳۶	۲۰۱	۱۵۸	۵	۱۶۶	۸۱	۹۱	۵۹
۱۸۳۶ - ۳۷	۱۳۴	۱۰۸	۷	۱۰۸	(مشرقی السنہ کے کل طلبہ ۱۴۱)		

سنہ	ہندو	مسلمان	عیسائی	تعداد متعلمین انگریزی	فارسی	عربی	سنسکرت
۱۸۳۷ – ۳۸	۱۱۴	۸۹	۸	۸۸	۵۶	۳۵	۳۲
۱۸۳۸ – ۳۹	۱۴۰	۸۰	۶	۱۲۳	۳۹	۳۵	۲۹
۱۸۳۹ – ۴۰	۱۰۵	۷۳	۱۱	۸۵	۳۹	۴۱	۲۴
۱۸۴۰ – ۴۱	۹۳	۷۰	۳	۸۴	۳۴	۲۸	۸۲
۱۸۴۱ – ۴۲	۲۱۴	۱۰۲	۱۰	۱۵۷	۱۴۶	۱۶	۴۶
۱۸۴۲ – ۴۳	۱۴۶	۱۲۸	۱۲	۱۲۴	۷۵	۴۰	۳۶
۱۸۴۳ – ۴۴	۱۷۹	۱۱۱	۱۵	۱۶۲	۵۳	۵۸	۳۲
۱۸۴۴ – ۴۵	۲۹۹	۱۴۶	۱۵	۲۴۵	۱۰۹	۷۵	۳۱
۱۸۴۵ – ۴۶	۲۳۰	۱۳۲	۱۳	۱۹۶	۱۱۵	۶۶	۲۴
۱۸۴۶ – ۴۷	۲۰۹	۱۰۷	۱۸	۱۹۸	۵۸	۶۵	۲۴
۱۸۴۷ – ۴۸	۲۳۴	۱۰۹	۱۶	۲۳۱	۴۳	۷۲	۱۷
۱۸۴۸ – ۴۹	۲۲۲	۱۰۵	۱۲	۲۲۶	۴۷	۵۶	۱۷
۱۸۴۹ – ۵۰	۲۳۱	۹۴	۱۱	۲۲۴	۶۱	۴۳	۱۹
۱۸۵۰ – ۵۱	۲۰۶	۱۰۵	۲۲	۲۲۲	۵۶	۳۹	۱۸
۱۸۵۲ – ۵۳	۲۱۷	۹۳	۱۰	۲۰۹	۵۷	۳۹	۲۵
۱۸۵۳ – ۵۴	۲۰۶	۱۱۲	۱۵	۲۱۱	۵۷	۳۸	۲۷
۱۸۵۴ – ۵۵	۲۴۳	۹۷	۱۰	۲۱۷	۷۷	۳۳	۲۳
۲۸۵۵ – ۵۶	۱۵۸	۸۳	۴				

ان اعداد کے بہم پہنچانے میں بڑی دقت پیش آئی۔ سرکاری مطبوعہ رپوٹوں میں اعداد کے متعلق بہت بے احتیاطی کی گئی ہے اور اس لئے مختلف کاغذات کو دیکھہ کر ان کی تصحیح کی گئی ہے۔ اس نقشے کو دیکھہ کر کسی

قدر تعجب ہوگا کہ اردو کا کہیں نام نہیں۔ سرکاری رپوٹوں میں اردو کے اعداد نہیں دیے گئے۔ نصاب تعلیم وغیرہ کے کاغذات دیکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ تقریباً کالج کے سب کے سب طالب علم اردو پڑھتے تھے، اس کے متعلق نصاب تعلیم میں ذکر ہوچکا ہے —

دو باتیں اور نظر آتی ہیں ایک یہ کہ عیسائیوں کی تعداد کم ہوتی چلی گئی ہے اس کی وجہ بیان ہوچکی ہے کہ اینگلو انڈین لوگوں نے اپنے مدارس الگ کھول لیے تھے۔ دوسرے یہ کہ سنہ ۵۱ — ۱۸۵۰ تک سنسکرت کے طلبہ کی تعداد رفتہ رفتہ کم ہورہی تھی چنانچہ اس بنا پر یہ خیال تھا کہ سنسکرت نصاب تعلیم سے خارج کردی جاے لیکن گورمنٹ نے یہ مناسب خیال نہ کیا۔ اس کے بعد تعداد میں اضافہ ہوتا گیا —

غدر کے بعد جب کالج دو بارہ کھلا تو اس کی حالت بہت کچھ بدل گئی تھی، کالج کا تعلق پہلے ہی پنجاب گورمنٹ سے ہوگیا تھا اور طلبہ کلکتہ یونیورسٹی میں امتحان دیتے تھے اور وہیں کا نصاب تعلیم بھی رائج ہو گیا تھا، اردو کا چرچا کم ہوگیا اور ترجمہ و تالیف کا سلسلہ بھی براے نام رہ گیا تھا —

سنہ ۶۵ — ۱۸۶۴ ع میں ایف۔ اے کی جماعتیں قائم ہوئیں جن میں ۱۵ طالب علم شریک تھے۔ آٹھ سال دوم میں اور سات سال اول میں۔ ہائی اسکول میں طلبہ کی کل تعداد ۱۵۶ تھی۔ بعد ازاں سن سٹیفن کالج کے طلبہ جو کالج کی جماعتوں میں پڑھتے تھے دلی کالج ہی میں منتقل کر دیے گئے —

سنہ ۶۷ — ۱۸۶۶ — میں بی۔ اے کی جماعت بھی کھل گئی۔ سال سوم میں ۲، سال دوم میں ۱۱، اور سال سوم میں گیارہ طالب علم تھے۔ ہائی اسکول میں طلبہ کی تعداد ۱۳۵ تھی —

سنہ ۷۲ - ۱۸۷۱ ع میں ایم - اے کی جماعت بھی بن گئی - ایم - اے میں ایک ' (بی - اے) سال چہارم میں ۶ ' سال سوم میں ۸ ' (ایف اے) سال دوم میں ۲۴ اور سال اول میں ۱۴ طالب علم شریک تھے —

سنہ ۱۸۷۷ ع میں دلی کالج ٹوٹ گیا اور گورنمنٹ کالج لاہور کی قسمت جاگی - کالج کا عملہ بھی وھیں منتقل ھو گیا —

مجلس انتظامی

کالج کے انتظام کے لئے ایک مقامی مجلس تھی جو لوکل کمیٹی کہلاتی تھی - اس کا فرض تھا کہ وہ کالج کے تمام معاملات کی نگرانی کرے اور اس کی بہبودی پر نظر رکھے - کالج کی سالانہ رپوٹ جس میں اساتذہ کے عزل و نصب ' نصاب تعلیم ' سالانہ امتحان کے نتائج وغیرہ کے متعلق اطلاع ھوتی تھی ' صدر مجلس تعلیمات عامہ (جنرل کمیٹی آف پبلک انسٹرکشن) کو جو تمام احاطۂ بنگال کی درسگاھوں کی نگران تھی ' باقاعدہ بھیجی جاتی تھی اور سارے کام اس کی صوابدید اور منظوری سے ھوتے تھے —

دلی بھی احاطۂ بنگال میں تھی اور دلی کیا یہ تمام صوبہ جو بعد میں ممالک مغربی و شمالی کے نام سے موسوم ھوا ' احاطۂ بنگال ھی میں شریک تھا ' بنگال ' بہار وغیرہ لور (زیریں) اور ممالک مغربی شمالی وغیرہ اپر (بالائی) پراونسز یا صوبے کہلاتے تھے اور تمام امور خواہ تعلیمی ھوں یا انتظامی وھیں کی حکومت کی منظوری سے انجام پاتے تھے —

سنہ ۱۸۴۳ ع میں اُن تمام تعلیمی اداروں کی نگرانی جو احاطۂ بنگال کے صوبۂ مغربی و شمالی میں واقع تھے گورنمنٹ آگرہ کے تفویض کردی گئی - اس تاریخ سے بالائی صوبوں کا نظام تعلیم احاطۂ بنگال کے زیریں صوبوں

کے نظام سے ہٹتا ہوا نظر آتا ہے - پہلے یہ ایسی حکومت سے بندھا ہوا تھا جہاں کے مقامی حالات یہاں کے حالات سے بہت کچھ جدا تھا - بنگال کا رنگ دلی پر نہیں چڑھتا تھا اور چڑھتا بھی تو کھلتا نہ تھا - یہ بہت غنیمت ہوا کہ اس سے جلد چھٹکارا ہوگیا - اب اُس نے اپنا رنگ روپ نکالنا شروع کیا اور جس ڈھنگ کی تعلیم یہاں کی ضروریات اور طبائع کے مناسب تھی ' اس کا ڈول پڑنے لگا —

سنہ ۱۸۴۳ع سے اس صوبے کی تمام تعلیم گاہوں کی سرپرستی اور نگرانی لفٹننٹ گورنر کے ہاتھہ میں چلی گئی - اس وقت ممالک مغربی شمالی کے حاکم مسٹر ٹامسن تھے - ان کی نظر سب سے پہلے اُس چیز پر پڑی جو صحیح تعلیمی اصول اور کامیابی کی جڑ ہے ' یعنی ذریعۂ تعلیم - انھوں نے انگریزی کے چھوٹے چھوٹے اسکول سب بند کردیے اور ان کی جگہہ خالص دیسی زبان کی درسگاہیں کھول دیں - اس کی وجہ خود انھوں نے اپنی ایک یاد داشت میں بیان کی ہے جس کا ترجمہ یہاں عرض کیا جاتا ہے —

" ممالک مغربی شمالی میں انگریزی تعلیم کا اس قدر شوق نہیں پایا جاتا جس قدر بنگال میں ہے - یہاں شاذ و نادر ہی کوئی متوطن یورپین ہوگا - یہاں ایسے یورپین سوداگروں کی کوئی جماعت نہیں جو اپنا کاروبار انگریزی زبان کے ذریعے انجام دیتے ہوں - یہاں کوئی سو پریم کورٹ نہیں جہاں مقدمات کی سماعت یا عدالتی کارروائی انگریزی میں ہوتی ہو - تمام سرکاری کاروبار بجز انگریزی عہدہ داروں کی باہمی مراسلت کے ' دیسی زبان میں ہوتی ہے - اس لئے انگریزی کا شوق پیدا کرنے کے لئے یہاں بہت ہی کم وسائل موجود ہیں " —

غرض مسٹر ٹامسن کا خیال یہ تھا کہ اگر ہم ممالک مغربی شمالی کے باشندوں کے دلوں پر کوئی ایسا اثر ڈالنا چاہتے ہیں جو محسوس ہو تو یہ انگریزی کے ذریعے سے نہیں ہوگا اس کا ذریعہ دیسی زبان ہی ہوسکتی ہے - چنانچہ وہ اسی یاد داشت میں لکھتے ہیں —

" انگریزی زبان کی تعلیم آگرہ ' بنارس ' دہلی کے کالجوں تک محدود رکھنی چاہئے اور اس کی تکمیل میں انتہائی درجے تک مدد دینی چاہئے - اس درجے کی تعلیم جو ہم ان لوگوں کو دینا چاہتے ہیں جو کثرت سے دوسرے اسکولوں میں داخل ہوتے ہیں اور جنہیں اس تعلیم کے حاصل کرنے کی فرصت یا شوق ہے تو انہیں زیادہ سستے طریقے سے ' کم سے کم وقت میں بہتر سے بہتر تعلیم صرف دیسی زبان کے ذریعے سے دی جا سکتی ہے " —

چنانچہ اس اصول کی بنا پر ان کالجوں میں انگریزی زبان اور سائنس اور دیگر مضامین کی تعلیم کے لئے ہر طرح کا سامان مہیا کیا گیا - دہلی کالج نے صحیح تعلیم کا سب سے عمدہ نمونہ پیش کیا اور آگرہ ' بنارس' بریلی کے کالجوں نے اس کی تقلید کی —

اگرچہ مقامی مجلس دہلی کالج کی نگران تھی ' لیکن اس کے اختیارات بہت محدود تھے ' ہر انتظامی اور تعلیمی امر کے لئے گورمنٹ یعنی لفٹننٹ گورنر کی منظوری درکار ہوتی تھی - یہاں تک کہ نصاب تعلیم میں بھی کوئی خفیف سی تبدیلی بغیر منظوری کے نہیں ہوسکتی تھی - لیکن مجلس کی رائے کی کالج کے معاملات میں گورمنٹ وقعت کرتی تھی اور اگرچہ بعض اوقات اس کی رائے سے اختلاف بھی ہوتا تھا لیکن اکثر معاملات میں

اس سے اتفاق کیا جاتا اور اس کی تجویز کے مطابق منظوری دی جاتی - کیونکہ اس کے رکن معزز اور قابل لوگ ہوتے تھے اور دلی ' دلی والوں اور دلی کالج سے بہت زیادہ واقف تھے اور سکرٹری تو کالج کا پرنسپل ہی ہوتا تھا —

مقامی مجلس کا میر مجلس کوئی بڑا سرکاری عہدہ دار ہوتا تھا - شروع شروع میں اس کے صدر دہلی کے رزیڈنٹ کمشنر سرٹی مٹکاف تھے اور ارکان مسٹر کاون جائنٹ میجسٹریٹ اور ڈاکٹر راس سول سرجن تھے —

اس کے بعد ان حالات کے تحت میں جن کا ذکر اس سے قبل اعتماد الدولہ وقف کے ضمن میں آچکا ہے ' مجلس کے ارکان میں نواب حامد علی خاں شریک کئے گئے - مسٹر ٹیلر مجلس کے سکرٹری اور کالج کے سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے —

سنہ ۱۸۴۲ع میں علاوہ مذکورہ بالا صاحبوں کے مسٹر سی - گرانٹ ' نواب حسام الدین (جو دہلی کے امرا میں سے تھے) اور مولوی صدرالدین (صدرامین اعلیٰ بھی مجلس کے ارکان مقرر کیے گئے —

سنہ ۱۸۴۷ ع میں ان اصحاب کا اضافہ ہوا —

مسٹر جے - پی گبنز سول سرجن —

رائے رام سرن داس ڈپٹی کلکٹر —

مسٹر ٹیلر جو اب پرنسپل تھے ' حسب معمول سکرٹری رہے —

سنہ ۴۸ ع میں مسٹر ایچ - کیپ بھی رکن مجلس بنائے گئے —

سنہ ۱۸۵۳ ع میں کمیٹی کے ارکان یہ تھے —

مسٹر جے - پی ہورٹر میجسٹریٹ و کلکٹر دہلی (سر ٹی - ٹی مٹکاف کا انتقال ۳ نومبر سنہ ۱۸۵۳ ع کو ہوگیا ان کی جگہ یہ صدر تجویز ہوے)

مسٹر جے - تھیوفلس مٹکاف اسسٹنٹ میجسٹریٹ —

کیپٹن آر - سی ڈگلس

مولوی صدرالدین   صدر امین اعلیٰ

نواب حامد علی خاں

جے - کارگل (پرنسپل) جونیر ممبر و سکریٹری

سنہ ۵۵ - ۱۸۵۴ ع میں ان ناموں کا اور اضافہ ہوا -

مسٹر سائمن فریزر   کمشنر

مسٹر آر - بی مورگن   سول سشن جج

مسٹر پی - اے ایجرٹن   میجسٹریٹ و کلکٹر -

مقامی مجلس کے ارکان سب کے سب وہی ہوتے جو دھلی کے رہنے والے تھے یا جن کا قیام دلی میں ہوتا - زیادہ تر تعداد سرکاری عہدہ داروں کی ہوتی تھی اور تبادلے پر ان کے جانشیں ان کے قائم مقام ہوجاتے - دلی کا خاص باشندہ ایک آدہ ہی ہوتا، لیکن خاص خاص معاملات میں مجلس کے ارکان دلی کے معزز اور با اثر اصحاب سے مشورہ کرلیا کرتے —

مجلس نے اکثر حکومت سے اہل دھلی کے خیالات اور جذبات کی ترجمانی کی اور ان کے تعلیمی فوائد کو مدنظر رکھہ کر گورمنٹ سے بسا اوقات کار آمد تجاویز کو منظور کرایا اور علاوہ اس کے تعلیم اور روشن خیالی کی حمایت اور اشاعت میں بھی اس معزز مجلس کے ارکان نے بہت قابل تعریف کام کیا -

جنوری سنہ ۵۷ ع میں جب کالج پنجاب گورمنٹ میں منتقل ہوگیا تو اس مجلس کا بھی خاتمہ ہوگیا —

تعطیلات

تعطیل مدارس ہی کو نہیں بلکہ سب دفتروں کو بھی عزیز ہوتی ہے - اس

سے طلبہ ہی کو خوشی نہیں ہوتی مدرس بھی خوش ہوتے ہیں (گو زبان سے نہ کہیں) - دلی کالج میں تعطیلیں خوب ہوتی تھیں - مسلمان جمعہ کے دن اور ہندو ہر ماہ کی پہلی ، آٹھویں ، پندرھویں ، بائیسویں کو تعطیل مناتے تھے - انگلش کالج کے ضم ہونے کے بعد سرکار نے حکم دیا کہ صرف اتوار کی چھٹی منائی جاءے اور جمعہ کے دن نماز کی چھٹی دی جاءے - لیکن اس پر بھی اور بہت سی تعطیلیں تھیں - ہندو مسلمان ذرا ذرا سے میلوں تہواروں اور متعدد خرافات پر چھٹی مناتے تھے اور مولوی اور پنڈت طلبہ کی پشت پر ہوتے تھے - اس سے تعلیم کا بڑا ہرج ہوتا تھا - مسٹر کار گل (پرنسپل) نے تجویز کی کہ خاص خاص تہواروں کے سوا باقی تعطیلات یک قلم اُڑا دی جائیں لفٹننٹ گورنر نے اس تجویز کو منظور کیا اور کہا کہ عدالت دیوانی میں جن ایام کی تعطیلات ہوتی ہیں وہی کالج میں دی جائیں اور اس پر بھی اگر کوئی طالب علم غیر حاضر ہوجاءے تو اس کے وظیفے میں سے دوچار آنے فی یوم کے حساب سے وضع کرلیے جائیں ، دوسروں پر دو آنے جرمانہ کردیا جاءے یا نام خارج کردیا جاءے —

کالج کی عمارت

ابتدا میں کالج غازی‌الدین خاں کے مدرسے میں تھا چنانچہ مسٹر ٹامسن اپنی یاد داشت مورخہ ۸ اپریل سنہ ۱۸۴۱ ع میں لکھتے ہیں کہ " غازی‌الدین‌خاں کا مدرسہ جہاں دھلی کالج اس وقت پر ہے ایک شاندار عمارت ہے اور محض دیسی درس گاہ کے لیے نا موزوں نہیں ہے مگر افسوس کہ یورپین کوارٹر دور ہے اور انگریزی انسٹی ٹیوشن کے موزوں بنانے کے لئے صرف کی ضرورت ہوگی " - معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد مشرقی اور انگریزی شعبے ایک‌جا کردیے

گئے تو کالج کتب خانۂ داراشکوہ میں اُٹھ آیا یہ بھی ایک تاریخی عمارت ہے - کبھی کسی زمانے میں داراشکوہ کا کتب خانہ تھا ' اس کے بعد (سنہ ۱۶۳۷ ع) علی مردان خاں مغل حاکم پنجاب کا اقامت خانہ رہا - سنہ ۱۸۰۳ ع میں سرڈیوڈ اختر لونی بارٹ کی رزیڈنسی ہوئی - اس کے بعد کالج آیا - کالج کے ٹوٹنے پر ضلع کا مدرسہ اس میں رہا اور اب میونسپل بورڈ اسکول ہے - اس کے دروازے کے ستون پر جو تختی لگی ہوئی ہے اس میں کالج کے قیام کی تاریخ سنہ ۱۸۰۴ سے سنہ ۱۸۷۷ لکھی ہوئی ہے - یہ صحیح نہیں ہے -

جب غدر ہوا تو کالج اسی عمارت میں تھا - جب انگریزوں کی فتح ہوئی تو اس پر فوجی افسروں نے قبضہ کرلیا تھا اور سنہ ۱۸۶۷ ع تک وہ اسی میں فروکش رہے - کالج یکم مئی سنہ ۱۸۶۴ ع کو از سرنو قائم ہوا اور سنہ ۱۸۸۷ ع میں اپنی قدیم عمارت میں چلا گیا - درمیانی عرصے میں دہلی انسٹیٹیوٹ یا موجودہ ٹاؤن ہال اور میونسپل کمیٹی کے اس حصے میں رہا جو گھنٹہ گھر کے بائیں جانب ہے ' جہاں بعد میں ایک مدت تک لائبریری رہی -

تالیف و ترجمہ

دھلی ورنیکلر سوسائٹی

ایجوکیشنل کمیٹی

مغربی علوم کو دیسی زبان کے ذریعے سے پڑھانے میں بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ کتابیں نہیں تھیں - اور درس تدریس کے لیے کتابیں ایسی ھی ھیں جیسے کاریگر کے لیے اوزار - جو لوگ دیسی زبان کو ذریعۂ تعلیم بنانے کے مخالف تھے ان کا سب سے بڑا اعتراض یہی تھا اور یہ کوئی معمولی اعتراض نہ تھا - دیسی زبان کے حامیوں کو بڑی دقت کا سامنا تھا - اس لیے انھوں نے سب سے پہلے اس طرف توجہ کی - سرکاری تعلیمی کمیٹی (ایجوکیشنل کمیٹی) سنہ ۱۸۳۵ ع میں قائم ھوئی ، لیکن اس سے بہت قبل اسکول بک سوسائٹی نے بہت سی مفید کتابیں دیسی زبان میں مدارس کے لیے تیار کیں اور ھزاروں کی تعداد میں شایع ھوئیں - لیکن یہ محض ابتدائی کتابیں تھیں —

قدیم ایجوکیشنل کمیٹی کے پیش نظر بھی دیسی زبان میں تعلیمی کتابوں کی ترتیب کا مسئلہ تھا لیکن اس کی سرگرمی زیادہ تر سنسکرت اور عربی کی جانب رہی —

ایجوکیشن کمیٹی کا وجود سنہ ۱۸۳۵ ع میں ظہور میں آیا - یہ وہ زمانہ تھا جب کہ بعض حالات کی وجہ سے انگریزی کی فوقیت اور عظمت تسلیم کرلی گئی تھی اور حکومت نے فیصلہ کردیا تھا کہ تمام مضامین کی تعلیم انگریزی کے ذریعے سے دی جائے اور دیسی زبان کے حامی اور خیر طلب ناکامی اور بے بسی کی حالت میں تھے - اس وجہ سے ترجمے کا کام بھی رک گیا - اس میں شک نہیں کہ اصولاً اس کا اعتراف کیا جاتا تھا کہ دیسی زبانوں میں مغربی علوم کا ترجمہ ہونا چاهئے لیکن عمل کا رخ دوسری طرف تھا - ایجوکیشن کمیٹی نے اپنی سالانہ رپوٹ بابت سنہ ۱۸۳۵ ع میں صاف طور سے اس امر کا اعلان کیا کہ دیسی علم ادب کا بنانا اس کمیٹی کا قطعی مقصد رہے گا اور اس کی مساعی اسی جانب رہنی چاهئیں - لیکن پانچ سال تک نہ اس مجلس نے کچھ کیا اور نہ اسکول بک سوسائٹی نے کروٹ لی —

جب لارڈ آکلینڈ نے تعلیمی کتابوں کے ترجمے کی طرف توجہ دلائی اور ابتدائی کتابوں کے تیار کرنے کی طرف خاص دلچسپی ظاهر کی تو ایجوکیشنل کمیٹی یکایک سوتے سے جاگی اور سنہ ۱۸۴۱ ع میں ایک ذیلی مجلس قائم کی گئی جس میں سر ایڈورڈ ریاں (Ryian) ' مسٹر پرنسپ ' مسٹر ملٹ اور مسٹر سدرلینڈ بھی شریک تھے - اس کا مقصد یہ تھا کہ

یہ کمیٹی تمام معلومات بہم پہنچائے اور کام کا خاکہ تیار کرے - گورنر جنرل نیز کورٹ آف ڈائرکٹرز کی یہ رائے تھی کہ اس معاملے میں تینوں احاطوں کو اتفاق سے کام کرنا چاہیے ' چنانچہ اس بنا پر اس کمیٹی نے مدراس اور بمبئی کے بورڈز آف ایجوکیشن سے مراسلت شروع کی —

ذیلی کمیٹی نے بعد ازاں اپنی رپوٹ پیش کی جس میں یہ امور تجویز کئے —

۱ - صرف و نحو پر کتابیں تیار ہونی چاهئیں —

۲ - اس کام کے لیے ایسے اشخاص انتخاب کئے جائیں جو اس کے اهل ہوں اور جو ذیلی کمیٹی کی نگرانی میں بلا معاوضہ یا تنخواہ پر کام کرنے کے لیے آمادہ ہوں —

۳ - اس کے بعد تدریجی کتابوں کا ایک سلسلہ علم کی ہر شاخ پر تیار کرایا جائے جو لوگوں کی اخلاقی اور ذهنی ضرورتوں کو پورا کرسکے —

اسی قسم کے چند اور مشوروں کے بعد ذیلی کمیٹی نے حسب ذیل رائے کا اظہار کیا :

" مذکورۂ بالا تجویز پر اس قدر اخراجات عائد ہونگے کہ گورمنٹ ان کے دینے کے لیے تیار نہ ہوگی - علاوہ اس کے فوراً ایسے اشخاص کا دستیاب ہونا جو سائنس اور ادبیات کی مختلف شاخوں کے ترجمہ و تالیف کے اهل اور اس کے سر انجام دینے کے لیے بخوشی آمادہ ہوں ' مشکل ہوگا - ایک کم جامع لیکن زیادہ کار آمد مشورہ یہ ہے کہ ہر ممکن ذریعے سے اهل اشخاص

کو آمادہ کیا جائے کہ وہ دیسی فضلا کی اعانت سے مطلوبہ کتب کی تالیف اور تیاری کا کام اپنے ذمے لیں - کام کا تعین کمیٹی کرے گی - اور جو کتاب بعد پسندیدگی شایع کی جاے گی مولف کو اس کا صلہ دیا جاے گا - "

صلے کے متعلق کمیٹی نے یہ طے کیا کہ سائنس کی معمولی ضخامت کی کتاب یا رسالے کے لیے ایک ہزار روپیہ کافی ہوگا - اس صلے کے علاوہ جب کتاب ان کے نام سے شایع ہوگی تو ان کی خاصی شہرت بھی ہوگی - اس طریقے سے ہمت افزائی کا ایک موقع نکل آے گا - اور ملک کے دوسرے صوبوں میں بھی لوگ اس طرف توجہ کرنے لگیں گے اور کام میں ترقی کی امید ہوجاے گی —

اس اسکیم کے عمل میں لانے کے لیے کمیٹی کو ایک مبصر کی بھی ضرورت ہوگی تاکہ جو کتابیں پیش ہوں ان کی جانچ کرسکے - اگر کمیٹی کے ارکان میں ایسے اہل اور قابل شخص ہوں جنھیں فرصت ہو اور خوشی سے اس کام کو انجام دے سکیں تو پھر کسی شخص کی ضرورت باقی نہ رہے گی —

ایک اصول جس پر سب نے اتفاق کیا یہ تھا کہ درسی کتابیں پہلے انگریزی میں لکھوائی جائیں ، اور پھر ان کا ترجمہ دیسی زبانوں میں کیا جاے - اس سے آسانی کے علاوہ تعلیمی نظام میں یکسانی بھی پیدا ہوجاے گی —

احاطۂ بمبئی کے بورڈ آف ایجوکیشن نے اس سے اتفاق کیا - اور یہ مشورہ دیا کہ دیسی زبان کی کتابیں اور انگریزی مدارس کی نصابی کتابیں ایک ہونی چاہئیں —

یہ بھی طے ہوا کہ کمیٹی کی آخری منظوری سے قبل ان تالیفات کو مدراس اور بمبئی کے بورڈ آف ایجوکیشن جانچ لیا کریں —

تعویق پیدا کرنے، کام کو ٹالنے اور ترقی روکنے کے لیے اس سے بہتر کوئی تجویز نہیں ہوسکتی تھی —

خاص طور پر جن کتابوں کی ضرورت محسوس ہوئی وہ یہ تھیں - دیسی زبان کی ریڈریں، ہندوستان کے بعض اضلاع کے حالات، تاریخ بنگالہ، ہندوستان کی عام تاریخ، اخلاقی تعلیم پر ایک رسالہ، ان کے علاوہ چند اور کتابوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو کوئی خصوصیت نہیں رکھتیں - آخر میں یہ مشورہ دیا گیا کہ " سلطنتوں اور حکومتوں کے عروج و زوال کی تاریخ اقوامی نقطۂ نظر سے " تالیف کی جاے - یہ ایسی عظیم‌الشان تالیف تھی کہ ہندوستان کے کسی یورپین کو اس کی تالیف کا وقت نہیں مل سکتا تھا —

کتابوں کی فہرستوں کا بنالینا اور تالیفات کے اچھے اچھے نام تجویز کرلینا ایک بات ہے اور ان کا مرتب کرنا دوسری بات - سب سے پہلی کتاب یعنی ریڈر ڈاکٹر ییٹس (Dr. Yates) نے تیار کی اور مدارس میں جاری بھی کردی گئی - باقی تالیفات کے نام ہی نام رہ گئے - پہلے سے کچھ کتابیں اردو اور بنگالی میں ترجمہ کی ہوی موجود تھیں وہ کام میں آئیں مثلاً مارشمین کی تاریخ ہند —

البتہ ایک کتاب جو قابل لحاظ ہے اس زمانے میں تالیف ہوی وہ بنگالی انسائیکلوپیڈیا تھی جو ریورنڈ کے - ایم بنرجی کی نگرانی میں لکھی گئی تھی - یہ اصل میں مختلف مضامین پر الگ الگ رسالے ہیں - اکثر ان میں سے ایسے ہیں جو پہلے سے لکھے ہوے تھے اور انھیں بغیر کسی تغیر و تبدل کے ویسے ہی نقل کردیا ہے اور بعض ایسے ہیں جن میں ہندوستان کے حالات کے رو سے مناسب تغیر و تبدل کرایا گیا ہے - ان انتخابات اور تغیر و تبدل پر کونسل آف ایجوکیشن کی نگرانی تھی —

دیسی زبان کی کتابوں کی مانگ ' خواہ وہ ایجوکیشنل کمیٹی نے لکھوائیں یا دوسری انجمنوں نے ' مدارس تک محدود تھی - مدرسے کی چار دیواری کے باہر ان کی بہت کم مانگ تھی - خیر درسی کتابیں تو ظاہر ہے کہ مدرسوں ہی کے کام آئیں گی ' اور ان کی اشاعت وہیں تک محدود رہے گی ' لیکن یہ خیال ضرور دل میں آتا تھا کہ اگر تاریخ ہندوستان یا نیچرل فلاسفی پر کتابیں لکھوائی جائیں یا کوئی ہندوستان کا گزیٹیر یا کوئی اور ایسی ہی کتاب تالیف کردی جاے تو وہ ضرور ہندوستانیوں میں مقبول ہوگی - لیکن دیسی زبانوں میں اس قسم کی کتابوں کا شایع کرنا جوکھم سے خالی نہیں تھا - کتاب وہی چلتی ہے جس کی مانگ مدرسوں میں ہوتی ہے - ایک دوسری بات یہ تھی کہ مدارس سے باہر مانگ اس لیے بھی کم تھی کہ کتابوں کی قیمت زیادہ تھی - تین چار یا پانچ روپے فی کتاب ایسی قیمت ہے جو ہندوستانی آسانی سے ادا نہیں کرسکتے - اور ہندوستان ہی پر کیا موقوف ہے انگلستان

میں بھی سوائے بعض اعلیٰ درجے کی کتابوں کے ' انکی قیمت کوئی بھی خوشی سے نہ دے گا —

یہ مختصر خاکہ ہے ایجو کیشنل کمیٹی ' اس کے قیام اور اس کی کارگزاری کا - اس سے دیسی زبانوں میں ترجمے کی ابتدائی کیفیت معلوم ہوتی ہے —

انجمن اشاعت علوم بذریعۂ السنۂ ملکی یا دہلی ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی

لیکن اس کے بعد ہی ایک اور تحریک اسی غرض سے علم کے بعض سچے شائقین اور دیسی زبانوں کے ہمدردوں کی سعی اور توجہ سے عمل میں آئی اور " انجمن اشاعت علوم بذریعہ السنۂ ملکی " (Society for the Promotion of Knowledge in India Through the Medium of Vernacular Languages) قائم کی گئی - اس کا مقصد اس کے نام سے ظاہر ہے - اس کی غرض یہ تھی کہ اُن مشکلات کو رفع کرے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور ترجمے یا جدید کتب کی تالیف کے ذریعے سے ہندوستان کی زبانوں کی ترقی میں کوشش کی جاے - اس مقصد کے حصول کے لیے جو تدابیر اس انجمن نے اختیار کیں ' ان کا خلاصہ یہ ہے —

۱ — انجمن کا یہ منشا ہے کہ انگریزی ' سنسکرت ' عربی ' فارسی کی اعلیٰ درجے کی کتابیں اردو ' بنگالی ' ہندی میں ترجمہ کی جائیں اور سب سے اول دیسی زبان کی درسی کتابیں تیار کی جائیں —

۲ — اگرچہ امید نہیں کہ ابتدائی ترجمے اعلیٰ درجے کے ہوں لیکن یہ توقع کی جاتی ہے کہ اگر ان کے استعمال اور سر پرستی کی مسلسل اور با قاعدہ

کوشش کی گئی تو دیسی زبانوں میں بہت کچھ ترقی ہو جاے گی —

۳ - ترجمہ اگر اس درجے کا بھی نہ ہوا جیسا کہ ہونا چاہیے مگر سمجھ میں آسکتا ہے اور صحیح بھی ہے تو انجمن اپنی بساط کے موافق اس کی سر پرستی کرے گی - ابتدا میں چوں کہ قلیل تعداد میں اس کے نسخے چھپواے جائیں گے اس لیےآیندہ طبع کے موقعوں پر اس میں اصلاح ہوتی رہے گی - لیکن اگر اس اثنا میں اس کتاب کا کوئی بہتر ترجمہ ہوگیا تو پھر پہلے ترجمے کا چھپوانا موقوف کردیا جاے گا —

۴ - دیسی زبانوں کی مفید جدید تالیفات اور انگریزی ' سنسکرت ' عربی کی اعلی کتابوں کے ترجموں کے مسودے بہ شرح ۲ آنے تا یک روپیہ فی صفحہ (حسب حیثیت تالیف یا ترجمہ) خریدے جائیں گے - فارسی کتاب یا کسی دیسی زبان کا ترجمہ (دوسری دیسی زبان میں) اس سے نصف شرح پر خریدا جاے گا * —

۵ - قاعدۂ بالا کے رو سے جو ترجمہ انجمن خریدے گی اس کا حق تالیف (بشرطیکہ کوئی اور معاہدہ نہ کیا گیا ہو) انجمن ہی کا ہوگا —

۶ - قاعدۂ بالا کا اطلاق ملکی السنہ کی جدید تالیفات یا جدید اعلی کتاب کے ترجمہ پر (جو اصل کتاب کے طبع سے تین سال کے اندر کیا گیا

---

* نظر ثانی کے لیے یہ شرح بعد میں تجویز ہوئی : ابتدائی ' تاریخی اور ادبی کتابوں کے لیے فی صفحہ چھ آنے - سائنس ' قانون یا فلسفے کے لیے فی صفحہ دس آنے —

هو) نہ ہو گا —

۷ - ترجموں کے مفید ہونے نہ ہونے کا فیصلہ انجمن کی مجلس انتظامی کرے گی اور سب سے اول وہ اپنا سرمایہ اُن کتابوں کی طبع پر صرف کرے گی جو نہایت ضروری ہیں —

۸ - انجمن طبع کے لیے ابتدا میں عموماً ایسی کتابیں خریدے گی جن کا حجم چار سو پانسو صفحات سے زیادہ نہ ہو گا —

۹ - انجمن اپنی کتابیں جہاں تک ممکن ہو گا سستی بیچے گی اور طبع کے اخراجات کا ایک حصہ اور بعض صورتوں میں تمام اخراجات انجمن اپنے سرمائے سے ادا کرے گی † —

اس انجمن کے بانیوں اور معاونوں میں ہندوستانی اور انگریز برابر کے شریک تھے - چندہ دینے والوں کی فہرست دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معطیوں کی کل تعداد ۱۱۶ تھی جس میں ۵۲ انگریز تھے - اور چندے میں بھی تقریباً برابر شریک تھے - شاہ اودہ ' اُن کے صاحبزادوں اور ان کے وزرا و امرا نے بھی عطیے دئے - اسی طرح حیدرآباد دکن سے امیر کبیر ' سر سالار جنگ ' سراج الملک بہادر ' راجہ رام بخش وغیرہ نے چندے عطا کیے - مجلس انتظامی کے ارکان یہ تھے :

ٹی - ٹی میٹکاف -

---

† روئداد ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی مرتبۂ سکرٹری بٹروس مطبوعہ سنہ ۱۸۴۵ع

سی - گرانٹ -

ای - سی - ریونشا -

ڈبلیو - سہن کونڈٹن -

دوارکا ناتھہ ٹیگور -

اور سکرٹری مسٹر بٹروس پرنسپل دھلی کالج تھے —

انجمن نے انگریزی سے اردو میں ترجمے کے لیے چند قواعد بھی وضع کیے تھے جن کا یہاں بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا —

۱ - جب سائنس کا کوئی ایسا لفظ آئے جس کا مترادف اردو نہیں مثلاً سو ڈیم ' پوٹے سیم ' کلورین وغیرہ تو ایسے لفظ کو بجنسہ اردو میں لے لینے میں کوئي هرج نہیں - یہی قاعدہ ایسے خطابات والقاب کے بارے میں بھی مد نظر رکھا جاے جن کے مساوی خطابات و القاب هندوستان کی تاریخ میں نہیں پاے جاتے - مثلاً بشپ ' ڈیوک ' ارل ' کلکٹر وغیرہ —

۲ - اگر سائنس کا کوئی لفظ ایسا ھے جس کا مترادف اردو میں پایا جاتا ھے تو اردو لفظ ھی استعمال کرنا چاھئے - جیسے آئرن کے لیے لوھا ؛ سلفر کے لیے گندھک ؛ منسٹر کے لیے وزیر ؛ سمنز کے لیے طلب نامہ —

۳ اگر لفظ مرکب ھے اور ھر دو لفظ انگریزی ھیں اور دونوں میں سے کسی کا مترادف اردو میں نہیں تو وہ لفظ بجنسہ اردو میں منتقل کرلیا جاے - جیسے ھائڈرو کلورک - کیوں کہ ھائڈروجن اور کلورائن میں سے کسی کا مترادف اردو میں نہیں - لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ پورے انگریزی جملے کو بجنسہ اردو میں لے لیا جاے بلکہ اُسے اردو میں ادا کرنے کی کوشش کی جاے - مثلاً جسٹس آف دی پیس کو اردو میں جسٹس پیس کی اور ملٹری آرڈر آف دی باتھہ کو لشکری جماعت باتھہ کی اور

ملٹری اینڈ ریلیجس آرڈر آف مالٹا کو لشکری و مذھبی جماعت مالٹا کی ترجمه کیا جاے —

۴ - اگر لفظ مرکب هے اور اردو میں اُس کا کوئی مترادف نهیں ، مگر الگ الگ لفظ کے مترادف اردو میں موجود هیں تو یا تو اِن دونوں لفظ کو ملا کر یا کسی دوسرے مساوی مفهوم کے الفاظ میں ترجمه کرلیا جاے ۔ مثلاً کرانولوجی Chronology کا ترجمه علم زماں - هاؤس آف لارڈز کا کچهری امیروں کی - هاؤس آف کامنز کا کچهری و کلاے رعایا کی یا صرف کچهری و کلا کی —

۵ - جب یه قاعده یا قاعدهٔ ذیل اسانی سے مطابق نه هو تو پهر غیر زبان کا لفظ اردو میں لے لیا جائے - جیسے هائیڈروجن ، نائٹروجن —

۶ - اگر مرکب لفظ ایسے دو مفرد الفاظ سے بنا هے جن میں سے ایک کا مترادف اردو میں موجود هے مگر دوسرے کا مترادف نهیں تو ایک انگریزی اور دوسرے اردو سے مرکب بنا لیا جاے - جیسے کورٹ آف ڈائرکٹر کا ترجمه کچهری ڈائرکٹروں کی - آرچ بشپ کا ، بشپ اعلیٰ کرلیا جاے —

۷ - بعض لفظ ایسے هیں جیسے آرڈر (Order) ، کلاس ، جینس (Genus) اسپیشیز (Species) جن کے مترادف اگر چه کسی نه کسی صورت میں اردو میں پاے جاتے هیں تا هم انگریزی الفاظ اردو میں منتقل کر لیے جائیں تو مناسب هوگا - کیونکه اردو میں اس قسم کے الفاظ ایک دوسرے کے مترادف هوتے هیں اور اس سے ایک دوسرے کے مفهوم کے سمجھنے میں مغالطه پیدا هو جاتا هے حالانکه ان الفاظ کے معانی کا امتیاز نیچرل هسٹری میں بهت اهم هے —

۸ - درختوں کے انواع (خاندانوں) کے نام یا تو اس نوع خاندان کے کسی ممتاز

فرد کے نام پر رکھے جاتے ھیں یا اس نوع کی مشترک خاصیتوں کی
بنا پر نام رکھہ لیا جاتا ھے - اس قاعدے کی پابندی اردو میں
بھی کی جاے - اگر یہ زیادہ آسان اور مفید ثابت ھو کہ ھر نوع
(خاندان) کے الگ الگ نام صرف اس کے خاص اور ممتاز افراد
پر رکھے جائیں تو پھر یہی کیا جاے —

اوپر کے قواعد میں اردو مترادف سے مطلب ایسا لفظ ھے جو ملک
کے تعلیم یافتہ اور متوسط درجے کے طبقے میں معروف ھے - اگر ھماری
مشرقی زبانوں کی ڈکشنریوں میں کوئی مترادف لفظ نہ ملے اور پنڈتوں
اور مولویوں سے پوچھنے کی ضرورت پڑے تو اس سے تو یہ بہتر ھے
کہ انگریزی لفظ ھی اختیار کر لیا جاے - سائنس کا ترجمہ انگریزی ھی
سے کیا جاے گا اس لیے انگریزی الفاظ سے زبان کو بچانا تقریباً نا ممکن ھے —

ساتھہ ھی یہ بھی ھدایت کی گئی تھی کہ جہاں تک آسانی سے ممکن
ھو انگریزی الفاظ کے استعمال سے احتراز کیا جاے - جو شخص کسی سائنس
کی کتاب کا ترجمہ کرنا چاھتا ھے تو اُسے چاھئیے کہ اس سائنس پر جو
کتابیں اس سے قبل لکھی جاچکی ھیں انھیں مہیا کرے اورجب تک کوئی
خاص وجہ نہ ھو انھیں الفاظ کے استعمال کرنے کی کوشش کرے جو ان کتابوں
میں استعمال کیے گئے ھیں - جب کسی انگریزی جملے میں کسی خاص واقعہ کی
طرف اشارہ ھو جس سے اھل ھند واقف نہ ھوں تو مترجم کو چاھیے کہ حاشیے
میں یا مناسب ھو تو متن میں اس کی مختصر طور پر تشریح کردے —

مترجم کو لفظ بہ لفظ ترجمہ کی کبھی کوشش نہ کرنی چاھیے - ترجمے
میں سب سے بڑی بات اصل مفہوم یعنے جملے کے معنے اور مطلب کو صحیح
طور سے ادا کرنا ھے ' خواہ اس کی ساخت یا طرز ادا کیسی ھی مختلف کیوں نہ ھو -

کیمسٹری کی اصطلاحات کے متعلق یہ راے دی گئی تھی کہ تمام اصطلاحی الفاظ کو بجنسہ اردو میں لے لینا مناسب ہوگا - البتہ کیمیاوی عناصر جن کے نام اردو میں موجود ہیں وہ ویسے ہی رہنے دیے جائیں ' لیکن مرکبات میں انگریزی نام ہی رہیں ' جیسے هائڈرو سلفرک وغیرہ - چوں کہ اصطلاحی الفاظ کے مادے تعداد میں بہت زیادہ نہیں اس لیے اُن کی تفہیم میں کوئی زیادہ مشکل نہ ہوگی -

نباتیات کا ترجمہ بہت کٹھن ہے - یورپین مصطلحات کا لفظی ترجمہ بالکل سہل ہوجاے گا - البتہ جو دوسرا طریقہ درختوں کے خاندانوں کے نام رکھنے کا بتایا گیا ہے وہ زیادہ بہتر ہے اور عام طور پر مستعمل ہے ' خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ یورپ کے کسی خاندان کے نہایت ممتاز افراد ہمیشہ وہی نہیں ہوتے جو ہندوستان میں ہیں - بہرحال یہ نہایت ضروری ہے کہ کوئی صاحب جو نباتیات کا عام علم رکھتے ہوں اور اردو بھی خوب جانتے ہوں اس کام کو انجام دیں -

اگرچہ یہ انجمن انگریزی ' عربی ' سنسکرت اور فارسی زبانوں سے اعلیٰ درجے کی کتابیں اردو ' بنگالی اور ہندی میں ترجمہ کرنے کے لیے قائم کی گئی تھی لیکن سواے اردو کے بنگالی اور ہندی میں کوئی ترجمہ نہیں ہوا - سکریٹری نے اپنی رپوٹ میں اس کی کئی وجوہ بتائی ہیں - ایک تو یہ کہ انجمن کا سرمایہ محدود ہے اور فی الحال ہمیں اپنی کوششیں صرف ایک زبان تک محدود رکھنی چاہئیں - دوسرے ' علاوہ اس امر کے کہ بنگال سے صرف ایک ہی صاحب نے چندہ عطا کیا ہے ' بنگالی زبان بہ نسبت ہندوستانی کے زیادہ ترقی یافتہ ہے - تیسرے ' اُردو ترجموں کے لیے دہلی کالج سب سے موزوں جگہہ ہے ' ہندی اور بنگالی ترجموں کے لیے اس قدر موزوں نہیں - چوتھے ' ہندوستانی زبان کمپنی کے علاقوں (بہار اور بالائی صوبوں) کی رعایا

کے لیے ھندی کے مقابلے میں زیادہ اھمیت رکھتی ھے - اور اغلب ھے کہ رفتہ رفتہ یہی زبان ان علاقوں کے گورنمنٹ مدارس اور کالجوں میں ذریعہ تعلیم ھوجاے گی - فی الحال بڑی رکاوٹ اس میں یہ ھے کہ نصاب کی مناسب کتابیں نہیں ھیں اور اس لیے جہاں تک ممکن ھو ھمیں کوشش کرنی چاھئیے کہ ھم ھندوستانی زبان کی کامل " اسکول بک لائبریری " تیار کردیں اور اس کے بعد احاطۂ بنگال کی باقی خاص زبانوں کی طرف توجہ کریں -

رپورٹ کے آخر میں لکھتے ھیں کہ " مجلس انتظامی نے یہ تہیہ کرلیا ھے کہ بنگالی اور ھندی میں ترجموں کے تیار کرنے اور طبع کرنے کے قبل اردو کی ایک چھوٹی لائبریری کا مکمل کرلینا نہایت ضروری ھے خصوصاً مدارس کی کتاب کا - ورنیکلر ترانسلیشن سوسائٹی نے ان دو زبانوں میں کوئی کام نہیں کیا - لیکن ھندوستان میں وہ پیچھے نہیں رھی - علاوہ اس کے اردو بہار اور صوبجات مغربی میں سرکاری زبان ھے اور اس لیے ھندی سے زیادہ اس کی اھمیت ھے " -

اصل بات یہ ھے کہ اگرچہ انجمن کے مقاصد وسیع تھے اور وہ تینوں زبانوں کے لیے کام کرنا چاھتی تھی لیکن کام کرنے والا صرف ایک ھی شخص تھا یعنے دھلی کالج کے پرنسپل مسٹر بتروس - انھوں نے ھی اس سے پہلے یہ کام چھوٹے پیمانے پر اپنے کالج میں شروع کر رکھا تھا - جب یہ انجمن قائم ھوی تو اس کا کام بھی کالج والے ھی کرتے تھے اور جیسا کہ ان کے ھاں پہلے سے ھوتا آیا تھا سب کتابیں اور ترجمے اردو ھی میں مرتب ھوے اور شروع ھی سے یہ انجمن اور اس کا سارا کام دلی کالج کے ھاتھ میں آگیا - اور یہ انجمن " دھلی کالج ورنیکلر ترانسلیشن سوسائٹی " کہلانے لگی - ورنیکلر سوسائٹی ، ترانسلیشن سوسائٹی ، اردو سوسائٹی ، لائبریری آف یوسفل

نالج وغیرہ سب اسی کے نام ہیں —

دہلی کالج میں یہ کام پہلے ہی سے ہو رہا تھا۔ جب کالج کی جدید تنظیم ہوئی اور مغربی علوم کی تعلیم بھی لازم قرار پائی تو پھر وہی پرانی مشکل پیش آئی، کہ کتابیں کہاں سے آئیں اور بغیر کتابوں کے تعلیم کا ہونا معلوم - قدیم السنہ یعنی عربی، سنسکرت یا فارسی میں جدید علوم اور تاریخ پر کوئی کتاب نہ تھی اور مولوی اور پنڈت ان مضامین کی تعلیم دے نہیں سکتے تھے، لہذا ایک صورت یہ نکالی گئی کہ تین طالب علم جن میں (ماسٹر) رام چندر سب سے پیش پیش تھے کالج کے کام کے بعد فلسفہ و ریاضی وغیرہ کی کتابوں کا ایک ایک صفحہ اردو میں ترجمہ کرتے اور پرنسپل بٹروس ترجمہ پڑھ کر اصلاح دیتے - اس طرح جب کتاب ختم ہوجاتی تو چھاپنے کو دے دی جاتی اور نیچے کی جماعتوں کے نصاب تعلیم میں شریک کردی جاتی —

مسٹر بٹروس کا تقرر کالج کی پرنسپلی پر سنہ ۱۸۴۱ ع میں ہوا اور اسی وقت سے انگریزی زبان کی کتابوں کا ترجمہ تھوڑا تھوڑا کر کے اردو میں ہونا شروع ہوا۔ سنہ ۱۸۴۳ ع میں " انجمن اشاعت علوم بذریعہ السنہ ملکی " قائم ہوئی اور سرمایے کے بہم پہنچنے سے یہ کام کالج میں باقاعدہ ہونا شروع ہوگیا اور کتابیں " دہلی ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی " کی نگرانی میں طبع ہونے لگیں - پرنسپل بٹروس نے اپنے ایک نوٹ میں بیان کیا ہے کہ کس طریقے سے دہلی کالج میں ترجمے کیے جاتے تھے - اس نوٹ کا ترجمہ یہاں درج کیا جاتا ہے —

" پرنسپل کی تحریک پر یا اُس کے مشورے سے ہندوستانی مدرس اور شعبۂ انگریزی کی اعلی جماعت کے طالب علم کسی

انگریزی (مطبوعہ یا قلمی) کتاب کو اردو ترجمے کے لیے انتخاب کرتے تھے - انھیں یہ پہلے ھی بتادیا گیا تھا کہ اگر اُن کے ترجمے اچھے ھوے تو جہاں تک جلد ممکن ھوگا اُن کے یہ ترجمے طبع کرا دیے جائیں گے اور اُنھیں (ترجمے کی خوبی اور کام کی دشواری کا لحاظ کر کے) فی صفحہ چھہ آنے سے بارہ آنے تک کی شرح سے معاوضہ دیا جاے گا - طبع سے پہلے ترجمہ کی نظر ثانی مترجم کے مواجہ میں صدر مدرس یا پرنسپل کرتے تھے یا کوئی قابل اور اھل ھندوستانی مدرس اپنی فرصت کے اوقات میں اُسے دیکھہ لیتے تھے - جب نظرثانی ختم ھو جاتی تو ترجمہ چھپنے کے لیے دے دیا جاتا اور کوئی موزوں شخص (اور عام طور پر خود مترجم) اُس کے پروف دیکھتا —

مشرقی زبانوں کے ترجموں میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا جاتا تھا - صرف اتنا فرق تھا کہ یہ ترجمے نظرثانی کے لیے صدرمدرس یا پرنسپل کی خدمت میں پیش نہیں کیے جاتے تھے - بلکہ یہ کام جیسا موقع ھوتا کسی مولوی یا پنڈت کے تفویض کر دیا جاتا تھا —

مدارس کی درسی کتابیں جو اب تک دھلی کالج یا دوسری درس گاھوں کے استعمال کے لیے طبع ھوئی تھیں ' اُن کے صرف ایک ایک سو نسخے طبع کیے گئے تھے - اُن میں سے بہت سی کتابیں ختم ھو چکی ھیں اور بعض " مدرسہ " (یعنی دھلی کالج کے مشرقی شعبے) میں جاری ھیں - ان کتابوں کے متعلق یہ قرار دیا گیا تھا کہ مدرسین پڑھاتے وقت تمام غلطیوں اور مبہم

جملوں وغیرہ پر جو ان کی رائے میں قابل اصلاح ہیں، نظر رکھیں اور قلمبند کرلیں - بعد ازاں یہ مجوزہ اصلاحیں صدر مدرس یا پرنسپل کو دکھائیں اور اس کی پسندیدگی اور مشورے کے بعد دوسرے اڈیشن میں درج کردی جائیں - چونکہ ہر بعد کے اڈیشن میں یہی طریقہ عمل میں لایا جاتا ہے اس لیے توقع کی جاتی ہے کہ ہر ترجمہ گو شروع میں کیسا ہی ناقص ہو آخر میں تمام غلطیوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے -

جب کسی انگریزی درسی کتاب کا اردو میں اچھا ترجمہ ہو جاتا اور چھپ جاتا ہے تو وہ " مدرسہ " میں بالکل اسی طرح کام آتی ہے جیسے کالج کے انگریزی شعبے میں اصل انگریزی کتاب - بعض اوقات کسی مولوی کو ایک ایسے نصاب تعلیم کی بھی نگرانی کرنی پڑتی تھی جس میں ایک ایسی کتاب بھی داخل ہے جو انگریزی کا ترجمہ ہے اور ایک ایسے فن سے متعلق ہے جس سے مولوی صاحب نا واقف ہیں تو ایسی حالت میں وہ خود بھی اُس کتاب کا مطالعہ کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کو بھی پڑھاتے تھے - اگر کسی انگریزی ماسٹر کو جو اردو اچھی طرح بول سکتا ہے ایک اچھی نصاب کی کتاب اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں دے دی جائے تو وہ اردو میں ایسی ہی آسانی اور خوبی سے تعلیم دے سکتا ہے جیسے انگریزی میں - اس کے لیے اُسے یہ کرنا ہوگا کہ وہ اردو ترجمہ اپنے طالب علموں کو پڑھ کر سنائے یا جماعت کے کسی طالب علم سے پڑھوائے - چونکہ اس کے ہاتھ میں انگریزی کتاب ہوگی وہ آسانی سے ترجمہ سمجھ لے گا اور

تھوڑی سی مشق کے بعد بغیر زیادہ دقت کے زبانی کتاب کے مطالب سمجھانے پر قادر ہو جا ے گا " —

سنہ ۱۸۴۵ ع میں جب مسٹر بٹروس بوجہ علالت اپنی خدمت سے علحدہ ہوکر یورپ چلے گئے تو ان کی جگہ ڈاکٹر اسپرنگر کا تقرر ہوا - ڈاکٹر صاحب موصوف نے بھی ترجمہ و تالیف کے کام کو اُسی شوق اور سرگرمی سے جاری رکھا جیسا کہ اُن سے پہلے ہو رہا تھا -

سنہ ۱۸۴۵ ع میں کالج کی جو رپوٹ مجلس تعلیمی کی طرف سے سرکار میں پیش کی گئی تھی اس میں اس سوسائٹی کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ھے -

" مسٹر بٹروس کے جانشین مسٹر اسپرنگر اس کام کو اسی جوش سے انجام دے رھے ھیں جیسے وہ شروع کیا گیا تھا - اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ ان ترجموں کے تیار کرانے اور چھپوانے کے اخرجات ایک پرائویٹ سوسائٹی ادا کرتی ھے لیکن گورنمنٹ بھی اس کی امداد اس طرح کرتی ھے کہ اس کے مطبوعات کے کچھہ نسخے خرید کر کالجوں اور مدارس کو تقسیم کر دیتی ھے - یہ بہتر ہوتا اگر ٹرانسلیشن سوسائٹی (مجلس ترجمہ) کی مساعی زیادہ با ضابطہ اور منظم ہوتیں اور پہلے سے مکمل فہرست ایسی کتابوں کی تیار کر لی جاتی جو ھر مضمون کے متعلق مسلسل معلومات بہم پہنچانے کے لیے زیادہ مناسب خیال کی جاتیں - پھر یہ فہرست شائع کردی جاتی اور مترجموں کو دعوت دی جاتی کہ وہ کتب مندرجۂ فہرست میں سے کسی کتاب کا ترجمہ کریں - اس قسم کی تجویز کلکتہ کی کونسل آف ایجوکیشن نے بھی سوچی تھی لیکن وہ عمل میں نہ آئی - جو کتابیں

دهلی کالج میں تیار ہوئی ہیں وہ انفرادی طور پر نہایت مفید ہیں اور جس جوش اور مستعدی سے یہ کام یہاں سر انجام ہورہا ہے وہ کسی دوسری جگہ مشکل سے ہو سکتا تھا تاہم اس میں شبہ نہیں کہ ان کتابوں کی اصلاح اور ان کو عام فہم اور مقبول کرنے کی بہت کچھہ ضرورت ہے - یہ بہت عجلت میں تیار ہوی ہیں اور کام میں ایسے لوگوں نے لکھی ہیں جو مشاق مترجم نہیں ہیں- یوں سمجھنا چاهئے کہ یہ ابتدای کام ہے اور ان سے بہتر اور اعلی کتابوں کے لیے راستہ تیار کیا گیا ہے " —

یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کہ سوسائٹی کے کام میں کوئی ضابطہ یا اصول نہیں تھا - مسٹر بتروس نے سوسائٹی کی رپوٹ ۱۸۴۳ و ۱۸۴۴ ع میں کتابوں کی نوعیت اور ترجمے کے طریقہ وغیرہ پر مفصل بحث کی ہے - بات یہ ہے کہ کالج کو پہلے درسی کتابوں کی ضرورت تھی اور ابتدا میں ویسی ہی کتابیں ترجمہ بھی کی گئیں ' بعد ازاں ساتھہ ساتھہ دوسری کتابوں کے ترجمے اور تالیف کا بھی انتظام کیا گیا جیسا کہ فہرست مطبوعات سے ظاہر ہو گا —

سنہ ۱۸۴۶ - ۴۷ کی رپورٹ میں سوسائٹی کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے :

" سوسائٹی کی رپوت سنہ ۱۸۴۶ ع سے معلوم ہوتا ہے کہ سوسائٹی کی طرف سے جو کتابیں شایع ہوی ہیں پبلک میں ان کی مانگ بڑھتی جاتی ہے کیونکہ اس سال کتابوں کی فروخت سے جو رقم وصول ہوی ہے وہ تقریباً اُس رقم کے مساوی ہے جو گورنمنت سے کتابوں کی قیمت کی بابت وصول ہوئی

ہے - تا ہم کتابوں کا بہت سا ذخیرہ بھرا پڑا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ سوسائٹی کا سرمایہ پانچ ہزار آٹھ سو چودہ روپے پندرہ آنے پانچ پائی سے کم ہوکر تین ہزار دو روپے دو آنے ایک پائی رہ گیا ہے - اس ایسے یہ اندیشہ ہے کہ اگر کوئی مناسب اور مفید تغیر نہ کیا گیا تو سرمایہ بہت جلد ختم ہو جاے گا —

رپوٹ میں اس امر پر بھی بحث کی گئی ہے کہ جب بمبئی اور دوسرے مقامات کے علاوہ لکھنؤ میں بارہ اور دھلی میں سات سنگی مطبع ہیں اور وہ ایسی مقبول کتابیں شایع کرتے ہیں جو لوگ پسند کرتے ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ دھلی سوسائٹی اس قسم کی کتابیں طبع کر کے اُن سے مقابلہ کرے —

مگر تجربہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ یورپ میں بھی سائنس کی کتابیں بغیر قومی سرپرستی کے کوئی مطبع نہیں چھاپ سکتا ورنہ اُسے خسارہ اُٹھانا پڑے - لہذا توقع کی جاتی ہے کہ جن حضرات نے انگریزی سائنسوں کو دیسی زبان کے ذریعہ سے ہندوستان میں شایع کرنے کا بیڑا اُٹھایا تھا وہ پھر سوسائٹی کی اعانت فرمائیں گے تا کہ وہ اپنا کام جاری رکھہ سکے "—

اس سے قبل بیان ہوچکا ہے کہ یہ سوسائٹی غیر سرکاری اصحاب کی اعانت سے چلتی تھی تا ہم گورمنٹ اس کی مدد کرتی رہتی تھی اور جو نئی کتاب شایع ہوتی تھی اس کے متعدد نسخے خرید کر کالجوں اور مدرسوں میں تقسیم کرتی تھی - علاوہ اس کے اکثر ارکان سرکاری عہدہ دار تھے - اور ابتدا میں خود لفٹننٹ گورنر The Hon. J. Thomason.

سوسائٹی کے سر پرست تھے-سرکاری امداد کا اس سے بھی اندازہ ہوگا کہ پرنسپل صاحب نے یہ تجویز کی کہ ریاضیات ' طبیعی جغرافیہ ' تحلیلی ہندسہ (Analytical Geometry) اور مخلوط ریاضی پر کتابیں شایع کی جائیں تا کہ مشرقی طلبہ کو ان مضامین کے مطالعہ کا موقع ملے - کتب مندرجۂ حاشیہ * ترجمہ کے لیے تجویز ہوئیں اور گورمنٹ سے امداد کی درخواست کی گئی - گورمنٹ کی خواہش پر لوکل کمیٹی تعلیم دھلی نے ان کتابوں کے اردو ترجموں کے چالیس نسخوں کے طبع کا تخمینہ بھیجا اور یہ تجویز کیا کہ ان کا ترجمہ بالکلیہ ماسٹر رام چندر مدرس یورپین سائنس کے تفویض کیا جاے جو کمیٹی کی راے میں ریاضیات اور نیچرل فلاسفی کا بخوبی علم رکھتے ہیں اور فوائد الناظرین اور محب ہند کے اڈیٹر کی حیثیت سے بہت اچھا کام کررہے ہیں - کمیٹی نے اس امر کا اطمینان دلایا کہ ماسٹر صاحب ان کتابوں کا ترجمہ بہت اچھی طرح کریں گے - ان میں سے ہر کتاب کے چالیس نسخوں کے طبع کا خرچ آٹھ سو ستر روپے کیا گیا - لفٹنٹ گورنر نے اس تجویز کو منظور کیا اور لوکل کمیٹی کے اطمینان

---

* 1. Wand's Analytical Geometry.
2. Young's Dynamics and Statics.
3. Webster's Hydrostatics.
4. Phelp's Optics.
5. L. U. K.'s Heat.
6. L. U. K.'s Hydraulics.
7. L. U. K.'s Double Refraction & Polarization of Light.
8. Trail's Physical Geography.
9. Rogett's Electricity.
10 Rogett's Galvanism.

دلانے پر کہ مترجم اس کام کا اہل ہے اس رقم کے خرچ کرنے کا اختیار کمیٹی کو دیا —

اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اردو کو علمی زبان بنانے کی یہ پہلی سعی تھی جو خاص اصول اور قاعدہ کے ساتھہ عمل میں آئی - اب میں ان کتابوں کی فہرست دیتا ہوں جو اس سوسائٹی نے لکھوائیں یا طبع کرائیں ، اس سے اُس کے قابل قدر کام کا صحیح اندازہ ہوگا —

سوسائٹی کے ترجموں اور تالیفات کی فہرست

۱ - تحریر اقلیدس مقالہ ۱ تا ۶ و ۱۱ و ۱۲
۲ - اصول قانون
۳ - تاریخ ہند (زمانۂ قدیم سے تا زمانۂ حال)
۴ - اصول حکومت
۵ - اصول قوانین مالگزاری
۶ - اصول قوانین اقوام
۷ - تاریخ انگلستان (خلاصہ تاریخ گولڈ سمتھہ کا ترجمہ)
۸ - الجبرا (ترجمہ برجز)
۹ - علم مثلث و تراشہاے مخروطی
۱۰ - عملی علم ہندسہ (پریکٹکل جیومیٹری)
۱۱ - اصول علم ہیئت (ترجمہ علم ہیئت ہرشل ابتدائی آٹھہ باب - علم ہیئت بونی کیسل بارھواں باب - تتمہ از انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا)
۱۲ - تاریخ اسلام

۱۳ - تاریخ یونان

۱۴ - تاریخ روما

۱۵ - رسالۂ کیمسٹری (ترجمۂ پارکر)

۱۶ - استعمال آلات ریاضی

۱۷ - اٹلس (جغرافیہ)

۱۸ - قواعد اردو

۱۹ - انتخاب شعرائے اردو

۲۰ - انتخاب الف لیلہ

۲۱ - شمسیہ (منطق میں)

۲۲ - سراجیہ (اسلامی قانون وراثت پر)

۲۳ - ترجمۂ گلستاں

۲۴ - قانون معہدی فوجداری (ترجمۂ کتاب میکناٹن)

۲۵ - اردو لغات (یہ کتاب تیار ہوئی مگر چھپنے نہ پائی)

۲۶ - قانون مال (ترجمہ مارشمین)

۲۷ - ایلاوتی (حساب)

۲۸ - رامائن

۲۹ - مہا بھارت (انتخاب)

۳۰ - نل دمن

۳۱ - دیوان سودا

۳۲ - دیوان درد

۳۳ - دیوان میر تقی

۳۴ - دیوان جرات

۳۵ - نیچرل فلاسفی

۳۶ - پولیٹیکل اکانومی (معاشیات - ترجمۂ ویلنڈ)

۳۷ - تحلیلی علم ہندسہ (Analytical Geometry)

۳۸ - خلاصۂ شاہنامہ (اردو میں)

۳۹ - مبادیات تفرقی احصا و تکمیلی احصا (Elements of the Differential and Integral Calculus)

۴۰ - تاریخ ایران

۴۱ - میکانیات (لارڈنر)

۴۲ - نیچرل تھیالوجی (پیلے)

۴۳ - تاریخ اکتشافات بری و بحری

۴۴ - محاورات اردو

۴۵ - تزک تیموری

۴۶ - ترجمہ Smith's Moral Sentiments

۴۷ - یوسف خاں کی سیاحت یورپ

۴۸ - جغرافیۂ قدیم کے نقشے

۴۹ - اصول جبر و مقابلہ

۵۰ - مختصر خاکۂ تاریخ عالم (بریف سروے آف ہسٹری از مارشمین) دو جلد

۵۱ - انتخاب پلوٹارکس لائوز (مشاہیر یونان و روما)

۵۲ - دھرم شاستر

۵۳ - شرع اسلامی

۵۴ - سکپ و تھہ کا خلاصۂ قانون فوجداری

۵۵ - پرنسپپ کا خلاصۂ قانون دیوانی
۵۶ - مارشمین کا سول گائڈ مع خلاصہ شرع اسلامی و دھرم شاستر
۵۷ - ضابطۂ مالگزاری (مارشمین)
۵۸ - زلیخا
۵۹ - بدر منیر
۶۰ - لیلی مجنوں
۶۱ - حدائقہ البلاغہ
۶۲ - شکنتلا
۶۳ - سنسکرت اور انگریزی ڈرامے
۶۴ - رگھوونش (کالیداس کا ڈراما)
۶۵ - تعلیم نامہ
۶۶ - جامع الحکایات
۶۷ - تاج الملوک و بکاؤلی
۶۸ - اسسٹنٹ میجسٹریٹ گائڈ
۶۹ - تاریخ خاندان مغلیہ (تیمور کے زمانے سے شاہ عالم تک)
۷۰ - فلسفہ (Abercrombie's Mental Philosophy) (زیر ترجمہ)
۷۱ - نگارستان (زیر ترجمہ)
۷۲ - تاریخ چارلس دوازدہم (زیر ترجمہ)
۷۳ - جغرافیۂ طبعی (ترجمۂ تریل)
۷۴ - علم و عمل طب (عربی سے) (زیر ترجمہ)
۷۵ - طبعی نباتیات (زیر ترجمہ)
۷۶ - حفظان صحت (زیر ترجمہ)

۷۷ - عضویات (علم افعال عضویات) (زیر ترجمه)

۷۸ - علم معدنیات (")

۷۹ - تذکرۂ حکما

۸۰ - مساحت (ترجمہ تھیو تو الک)

۸۱ - چشمۂ فیض (مختصر قواعد اردو)

۸۲ - طبیعیات (ترجمہ ارناٹ)

۸۳ - صرف و نحو انگریزی (اردو میں)

۸۴ - عملی ساحت زمین

۸۵ - Sextant

۸۹ - ھندوستان کے پیداواری ذرائع (ترجمۂ رائل)

۹۰ - سوانح عمری رنجیت سنگھ

۹۱ - رسالۂ طب

۹۲ - ترجمہ الوالفدا (تین جلدوں میں)

۹۳ - تاریخ کشمیر

۹۴ - جغرافیۂ ھند

۹۵ - فوایدالدھر (تاریخ شعراے عرب)

۹۶ - تاریخ بنگال

۹۷ - رسالۂ مقناطیس (لائبریری آف یوسفل نالج کے رسالے کا ترجمہ)

۹۸ - تذکرۂ ھندو شعرا

۹۹ - رسالہ جراحی (سرجری)

۱۰۰ - حرکیات و سکونیات (Young's Dynamics & Statics)

۱۰۱ - Webster's Hydrastatics

۱۰۲ - علم الناظر (ترجمۂ فلپ ، Phelp)

۱۰۳ - حرارت (لائبریری آف یوسفل نالج کے رسالے کا ترجمہ)

۱۰۴ - Hydraulics (")

۱۰۵ - Double refraction & Polarization of Light (")

۱۰۶ - رسالۂ علم برق (ترجمۂ راجت)

۱۰۷ - گاون ازم (")

۱۰۸ - حکمائے یونان

۱۰۹ - حالات ہندوستان ماخوذ از انسائیکلوپیڈ یا آف جیوگرافی مرتبۂ موے

۱۱۰ - ہدایت المبتدی

۱۱۱ - مزید الاموال یا سلاح الاحوال (علم زراعت)

۱۱۲ - رسالۂ اصول حساب (ترجمہ ڈی مورگن)

۱۱۳ - ترجمۂ تاریخ الحکما ، ترجمۂ تذکرۃالمفسرین (جلال الدین سیوطی)
تذکرۃ الفقہا خلاصۂ و فیات اعیان ترجمہ تاریخ ابن خلکان

۱۱۴ - تذکرۂ شعرائے ہند

۱۱۵ - رسالۂ طب (انگریزی سے)

۱۱۶ - تذکرۃ الکاملین

۱۱۷ - سنن ترمذی (اردو ترجمہ)
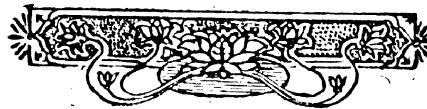
کالج کے اساتذہ

پرنسپل

جدید تنظیم کے وقت جب سنہ ۱۸۲۵ ع میں کالج کی صورت قائم ہوئی تو جے - ایچ ٹیلر مجلس مقامی کے ' جو کالج کی انتظامی کمیٹی تھی ' سکرٹری اور کالج کے سکرٹری اور سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوے - ابتدا میں ان کا تقرر ۱۷۵ روپے ماہانہ پر ہوا بعد میں تین سو روپے ہوگئے - ان کے ذمے بہت سے دوسرے کام تھے اور کالج پر بہت کم وقت صرف کر سکتے تھے ' لہذا مجلس مقامی نے سنہ ۱۸۳۷ ع میں یہ تجویز کی کہ مسٹر ٹیلر کالج کے پرنسپل مقرر کیے جائیں اور ان کی تنخواہ آٹھ سو روپے ماہانہ قرار دی جاے - گورمنٹ نے اس تجویز کی منظوری کو بعض حالات کی دریافت پر ملتوی رکھا اور کالج یونھیں چلتا رہا —

سنہ ۱۸۳۹ ع میں جنرل کمیٹی نے یہ تجویز پیش کی کہ کالج کا ایک پرنسپل مقرر کیا جاے جو اپنا تمام وقت کالج کے فرائض انجام دینے میں صرف کرے اور مشرقی شعبے نیز انگلش انسٹی ٹیوشن کی عام نگرانی کرے اور انگریزی شعبے کی اعلی جماعتوں کو سائنس اور ادب کی اعلی

شاخوں میں تعلیم دے اور اس کے ساتھ ھی مقامی مجلس کے سکرٹری کی خدمات بھی انجام دے۔ یہ تجویز منظور ھوی اور سنہ ۱۸۴۱ ع میں مسٹر ایف بٹروس کا تقرر کالج کی پرنسپلی پر ۶۰۰ روپے ماھانہ پر ھوا —

یہ بہت قابل اور صاحب علم شخص تھے، انھوں نے مشرقی شعبے میں مغربی علوم کی ترویج میں بڑی کوشش کی اور دیسی زبان میں ترجمے کے ذریعہ علم کی اشاعت کے بڑے حامی تھے۔ چنانچہ دھلی ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی کے قیام و ترقی میں ان کا بہت بڑا حصہ تھا اور یہی اس کے سکرٹری تھے۔ اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ علوم مفیدہ کا دیسی زبان میں ترجمہ کیا جاے یا کتابیں تالیف کی جائیں۔ مسٹر بٹروس نے جس مستعدی اور حقیقی سر گرمی اور خلوص سے اس سوسائٹی کے ترقی دینے اور کتابوں کے ترجمے کرانے میں کوشش کی وہ نہایت قابل قدر ھے اور ان کا احسان اردو زبان پر ھمیشہ رھے گا۔ دھلی کالج میں انھوں نے بہت سی اصلاحیں کیں اور مشرقی شعبے کی تعلیم کو قابل اطمینان حالت میں چھوڑا اور اس کو مغربی علوم کی تعلیم میں انگریزی شعبے کے برابر برابر کر دیا، کمی جو کچھ تھی وہ صرف کتابوں کی تھی۔ سنہ ۱۸۴۵ میں بوجہ بیماری دو سال کی رخصت لے کر انگلستان چلے گئے۔ مسٹر بٹروس نے در اصل استعفا داخل کیا تھا اور درخواست یہ کی تھی کہ فی‌الحال وہ دو سال کے لیے جارھے ھیں، اس اثنا میں اگر ان کی صحت اچھی ھوگئی تو بلا خیال ان کے استعفے کے انھیں ھندوستان آنے پر بحال کردیا جاے۔ گورنمنٹ نے یہ بات منظور کرلی۔ لیکن افسوس انھیں پھر آنا نصیب نہ ھوا —

ان کی جگہ ڈاکٹر اے سپرنگر، ایم - ڈی اسسٹنٹ سر جن بنگال سروس کا تقرر ھوا اور کالج کو مسٹر بٹروس کا نعم‌البدل مل گیا —

ڈاکٹر سپرنگر عربی زبان و ادب کے عالم تھے اور اس لیے دلی کے مسلمان شرفا اور اہل علم میں انھوں نے جلد اثر پیدا کرلیا اور شہر میں وہ بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے - دوسرے' دہلی ورنیکلر سوسائٹی جس نے اردو زبان کے ذریعے مغربی علوم کی اشاعت میں بڑا کام کیا تھا اور مشرقی شعبے کے طلبہ کی تعلیم اور تشویق علم میں بڑی مدد دی تھی' اس کے وہ روح و رواں تھے۔ انھوں نے کالج کی ترقی اور اصلاح میں بڑی مستعدی اور شوق سے کام کیا - نصاب تعلیم میں خاص کر مشرقی شعبے کے نصاب میں معقول اصلاحیں کیں - چنانچہ نصاب کی خاطر تاریخ یمینی کو ایڈٹ کیا اور چھپوایا' حماسہ اور متنبی کے نسخے بہم پہنچائے اور عربی ادب کے نصاب میں شریک کرائے - انتظامی حالت بھی ان کے زمانے میں بہت اچھی رہی - علاوہ اس کے وہ ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی کے سکرٹری بھی تھے اور اسی جوش سے کام کر رہے تھے جیسے ان کے پیشرو مسٹر بٹروس —

فروری سنہ ۱۸۴۸ع میں ڈاکٹر صاحب بحکم گورمنٹ آف انڈیا لکھنؤ میں خاص کام پر متعین کئے گئے - وہاں انھیں شاہان اودھ کے کتب خانے کی فہرست تیار کرنے کا کام تفویض کیا گیا - یہ فہرست ان کی بڑی یادگار ہے اور بڑی قابلیت اور محنت سے تیار کی گئی ہے - ڈاکٹر صاحب کی غیر حاضری میں ہیڈ ماسٹر (مسٹر ٹیلر) ان کے قائم مقام ہوے —

ڈاکٹر صاحب لکھنؤ میں خاصی مدت تک رہے - وہاں کا کام ختم ہو گیا تو چودہ جنوری سنہ ۱۸۵۰ع کو اپنی اصل خدمت پر عود کیا - لیکن انیس اپریل سنہ ۱۸۵۰ع کو بہ وجہ علالت شملہ چلے گئے - اس کے بعد مئی سنہ ۱۸۵۰ع میں ان کی خدمات بنگال میں منتقل کر دی گئیں تو پرنسپلی کی خدمت پر مسٹر جے کارگل کا تقرر ہوا —

مسٹر کارگل کے چلے جانے کے بعد سنہ ۱۸۵۴ ع میں مسٹر ٹیلر قایم مقام پرنسپل ہوگئے - یہ بہت پرانے استاد تھے اور ابتدا سے ان کا تعلق کالج سے چلا آرہا تھا - سنہ ۱۸۵۷ ع کی شورش میں یہی پرنسپل تھے اور جس بے کسی کی حالت میں وہ مارے گئے اس کا ذکر اس سے قبل ہوچکا ہے - ان کے قتل کا سب کو رنج تھا، خاص کر ان کے طالب علموں کو بہت صدمہ ہوا —

مسٹر ٹیلر نے دلی کالج میں تیس برس تک ہیڈ ماسٹری کی اور دو تین سال تک پرنسپل رہے - وہ طلبہ پر پدرانہ شفقت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ سب میری اولاد ہیں اور ان سے بہتر اولاد ہو نہیں سکتی، کیونکہ یہ سب صاحب لیاقت نیک سیرت اور نیک اطوار ہیں - ان کے اخلاق حمیدہ کا طلبہ پر بہت گہرا اثر تھا - وہ ان سے سچی محبت کرتے تھے - بعض (ہندو) طلبہ نے تو ان کے اخلاق سے متاثر ہوکر اپنا مذہب تک بدل دیا —

ناظم صاحب تعلیمات ممالک مغربی شمالی نے مسٹر ٹیلر کی وفات پر مفصلۂ ذیل الفاظ لکھے -

> " میں مسٹر ٹیلر کی بیش بہا کار گزاری کی تصدیق کرتا ہوں - گورمنٹ کے کسی محکمے میں ان سے زیادہ صادق اور قابل قدر کوئی شخص نہ تھا - ان کے طویل قیام دہلی اور طلبہ سے گہری واقفیت نیز اس ادب و احترام کی وجہ سے جو دہلی والے ان کا کرتے تھے اور بوجہ اس اثر کے جو وہ کالج کے ہندوستانی اساتذہ پر رکھتے تھے، انھوں نے بہت سی اصلاحیں بغیر کسی مخالفت کے جاری کیں اور کالج کو بڑی

ترقی کے درجے تک پہنچایا " —

جب کالج سنہ ۱۸۶۴ع میں پھر کھلا تو مسٹر ایڈمنڈ ولمٹ بی - اے ' ٹرنٹی کالج - کیمبرج انگلستان سے آے اور پرنسپلی کی خدمت پر فائز ہوے - لیکن تھوڑے ہی دن ہوے تھے کہ ان پر ایک ایسا حادثہ گزرا کہ کالج ان کی خدمات سے محروم ہوگیا اور ان کی ملازمت کا بہت سا حصہ بیماری میں کٹا - وہ ریاضی کے بڑے عالم تھے اور کالج کے درجوں اور انٹرینس کی جماعت کو ریاضی پڑھاتے تھے - علاوہ اس کے وہ اردو اور عربی سے انگریزی ترجمے کی بھی تصحیح کرتے تھے —

مسٹر بٹروس ' ڈاکٹر سپرنگر اور مسٹر ٹیلر یہ کالج کے تین پرنسپل ایسے گزرے ہیں کہ انھوں نے کالج کی سچی خدمت کی اور اس کی ترقی و اصلاح میں دل سے کوشش کی - طلبہ اور اساتذہ پر ان کا بڑا اثر تھا اور شہر والے بھی ان کا ادب کرتے تھے - خاص کر مشرقی شعبے کی اصلاح اور اُردو زبان میں مغربی علوم کے ترجموں کے متعلق مسٹر بٹروس اور ڈاکٹر سپرنگر نے جو بے ریا کوشش کی وہ بہت قابل قدر ہے —

انگریز اساتذہ میں پروفیسر ایلس بھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں - وہ انگریزی ادب کے بڑے فاضل مانے جاتے تھے اور ان کی قابلیت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا - پرنسپل ان کو پروفیسروں کی جان سمجھتے تھے اور بے حد تعریف کرتے تھے - طلبہ سے ان کا ایسا اچھا برتاو تھا کہ وہ بھی ان پر جان چھڑکتے تھے ' لیکن انھیں شراب کی ایسی دھت لگ گئی کہ اس نے بالکل تباہ کردیا - کچھ دنوں انھوں نے مسٹر ولمٹ کے جانے کے بعد پرنسپلی بھی کی - لیکن ان کی ہر وقت کی شراب نوشی کا یہ نتیجہ ہوا کہ کئی بار تنزل ہوا اور آخر پروفیسری سے سیکنڈ ماسٹر کر دئے گئے - لیکن اس حالت

میں بھی کالج کی جماعتیں درس کے لیے انھیں کے پاس بھیجی جاتی تھیں—

مشرقی شعبہ کے بعض اساتذہ

عربی کے صدر مدرس مولوی مملوک علی بڑے جیّد عالم تھے اور شہر ہی میں نہیں بلکہ دور دور اُن کے علم و فضل کی شہرت تھی - مولوی کریم الدین اپنی کتاب طبقات الشعراے ہند میں لکھتے ہیں کہ " مدرس اول مدرسۂ دہلی عالم بے بدل اور متقی بے مثل اور فاضل کامل ہیں - عہدۂ میر مولوی بمشاہرہ سو روپیہ ماہواری مدرسہ میں مقرر ہیں - حق یہ ہے کہ اس فاضل کی جیسی قدر چاہئے ویسی نہیں کیونکہ ایسے عمدہ فاضل بے بدل بہت کم ہوتے ہیں اور واقع میں بناے مدرسۂ عربی ان کی ذات سے مستحکم ہے - فارسی اور اردو اور عربی تینوں زبانوں میں کمال رکھتے ہیں - ہر ایک علم و فن سے جو ان زبانوں میں ہیں ' مہارت تامہ اُن کو حاصل ہے - اور جس فن کی کتاب اردو زبان میں انگریزی سے ترجمہ ہوتی ہے اس کے اصل اصول سے بہت جلد ان کا ذہن چسپاں ہوجاتا ہے گویا اس فن کو اول ہی سے جانتے تھے - اور جس کار پر مامور ہیں اُس میں کبھی کسی طرح کا حتی الوسع ان سے قصور نہیں ہوا - مدرسہ میں ان کی ذات بابرکات سے اتنا فیض ہوا ہے کہ شاید کبھی کسی زمانے میں کسی استاد سے ایسا ہوا ہو - بندہ کے زعم میں یہ ہے کہ کبھی ایسا فائدہ لوگوں نے کسی فاضل سے نہ اُٹھایا ہوگا - اگر ان کو کان علم اور مخزن اسرار کہوں تو بجا ہے - کوئی کتاب کسی فن کی مشکل ان کے پاس لے جاؤ حفظ پڑھادیں گے گویا اس کو حفظ کر رکھی ہے - اس لیے رات دن سواے مدرسہ کے ان کے گھر پر طالبا پڑے رہتے ہیں ' ہر وقت ان کو گھیرے رہتے ہیں - اور وہ خلیق اس طرح کے ہیں کہ کسی سے انکار نہیں کرسکتے ' سب کو پڑھاتے ہیں.......... عمر ان کی

سنہ ۱۸۴۷ ع میں ساٹھہ برس کی ہوگی - بہت خندہ پیشانی اور عقلمند اور ذکی اور ذہین اور تیز فہم اور محقق اور مدقق ہیں - تحریر اقلیدس کا ترجمہ اردو میں چار مقالہ اول کا اور دو مقالوں آخر گیارھویں اور بارھویں کا کیا ہے - حق یہ ہے کہ علم ہندسہ کو پانی کی طرح بہا دیا ہے - اصل وطن ان کا نانوتہ ہے مدت سے شاہجہاں آباد میں رہتے ہیں " - مولوی صاحب نے سنن ترمذی کا ترجمہ بھی اردو میں کیا تھا —

مولوی امام بخش صہبائی صدر مدرس فارسی اپنے وقت کے بہت بڑے فارسی ادیب تھے - مصنف اور شاعر بھی تھے - ان کی کتابیں نصاب تعلیم میں داخل تھیں - ان کی بعض تصانیف اب تک پڑھی جاتی ہیں - شہر میں ان کی بڑی عزت تھی - علاوہ فارسی کی مشہور تالیفات کے اردو صرف و نحو پر بھی ایک اچھی کتاب لکھی ' جس کے آخر میں بہ ترتیب حروف تہجی اردو کے محاورات اور کہیں کہیں ضرب الامثال بھی درج ہیں - حدائق البلاغت (تصنیف شمس الدین) کا ترجمہ اردو میں کیا - شعرائے اردو کا انتخاب بھی تیار کیا تھا جو اسی زمانے میں طبع ہوکر شایع ہوا —

ان کے تقرر کا عجیب واقعہ ہے - سنہ ۱۸۴۰ ع میں جب آنریبل مسٹر ٹامسن لفٹنٹ گورنر مدرسے کے معائنے کے لیے آئے تو انھوں نے یہ تجویز کی کہ ایک مستعد فارسی مدرس کا تقرر ہونا چاہئے - مفتی صدرالدین خاں صدرالصدور نے عرض کی کہ ہمارے شہر میں فارسی کے استاد صرف تین شخص ہیں - ایک مرزا نوشہ ' دوسرے حکیم مومن خاں ' تیسرے امام بخش صہبائی - لفٹنٹ گورنر بہادر نے تینوں کو بلوایا - مرزا نوشہ بھلا یہ روگ کیوں پالنے لگے تھے ' انھوں نے تو انکار کردیا - مومن خاں نے یہ شرط کی کہ سو روپیہ ماہانہ سے کم کی خدمت قبول نہ کروں گا - مولوی امام بخش

کا کوئی ذریعۂ معاش نہ تھا انھوں نے یہ خدمت چالیس روپیہ ماہانہ کی قبول کرلی - بعد میں پچاس ہوگئے —

مولوی سبحان بخش جن کی کتاب " محاورات ہند " مشہور ہے اور کئی بار چھپ چکی ہے، دلی کالج کے قابل اور کارگزار مدرس تھے - پرنسپل نے اپنی رپوٹوں میں جا بجا ان کی تعریف کی ہے - وفیات اعیان ترجمۂ تاریخ ابن خلکان انھیں کا کیا ہوا ہے - تزک تیموری کا ترجمہ بھی اردو میں کیا - اس کے علاوہ ایک تذکرۂ مفسرین اور ایک تذکرۂ حکما بھی لکھا —

ماسٹر وزیر علی اور ماسٹر امیر علی بھی دہلی کالج کے قابل اور مشہور اساتذہ میں سے تھے —

ماسٹر رام چندر کالج ہی کے ایک ممتاز طالب علم تھے جو بعد میں سائنس کے ماسٹر ہوگئے اور اب تک ماسٹر رام چندر ہی کے نام سے مشہور ہیں - رپوٹوں میں ان کی کارگزاری کی بہت تعریف کی گئی ہے - ریاضی کے بڑے استاد تھے - اس علم میں ان کی تصانیف بھی ہیں - سائنس کی تعلیم اردو زبان میں دیتے تھے اور طلبہ ان سے بے حد خوش تھے اور بڑی محنت کرتے تھے - ان کا ذکر قدیم طلبہ کے ضمن میں تفصیل سے کیا جائے گا —

ضیاءالدین بھی (جو بعد میں شمس العلما ڈاکٹر ضیاءالدین ہوے) اسی کالج کے طالب علم تھے - سنہ ۱۸۶۴ ع میں اسسٹنٹ پروفیسر عربی کی خدمت پر مقرر کیے گئے اور بعد میں پروفیسر ہوگئے —

ماسٹر پیارے لال بھی کالج ہی کے طالب علم تھے اور ابتدا میں یہیں مدرس ہوے - ان کی کارگزاری کی بھی تعریف کی گئی ہے - ان کے مفصل حالات قدیم طلبہ کے تحت میں بیان کئے جائیں گے —

بھیروں پرشاد بھی یہیں کے طالب علم تھے جو بی - اے میں تمام یونیورسٹی میں اول آے تھے ' اسی کالج میں اسسٹنٹ پروفیسر ہوگئے —

مولوی ذکاءاللہ بھی یہیں کے طالب علم اور سینیر پرشین اس کالر تھے - انھوں نے بھی ابتدا میں دھلی کالج ھی میں بیس روپے ماھانہ پر مہندس کی خدمت قبول کرلی تھی —

مولوی احمد علی دھلی کے رھنے والے تھے ' مدرسۂ دھلی میں مبتدیوں کو فارسی پڑھاتے تھے - قواعد اردو مسمی بہ " چشمۂ فیض " انھیں کی تالیف ھے —

میر اشرف علی مدرسہ میں منشی تھے اور بہت قابل شخص تھے - تاریخ کشمیر کا فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا - رسالۂ اصول حساب کی تالیف میں بابو ھر دیو سنگھہ کو مدد دی اور بریف سروے آف ھسٹری کے اردو ترجمے کی اصلاح کی - مولوی کریم الدین نے اُن کے اخلاق اور لیاقت کی بہت تعریف لکھی ھے —

پنڈت رام کشن دھلوی بھی اسی مدرسہ میں مدرس تھے - انگریزی اور فارسی میں بہت اچھی قابلیت تھی اور اردو بھی خوب لکھتے تھے - ایک رسالہ علم طب میں انگریزی سے ترجمہ کیا - اور اصول قوانین دیوانی و فوجداری ' اصول قانون دلمکتری ' اصول قوانین گورمنٹ ' سیراسلام کے چوتھے باب اور میکناتن کے اصول دھرم شاستر کا ترجمہ کیا - قواعد صرف و نحو انگریزی ڈاکٹر اس پرنگر کی مدد سے اردو میں تالیف کی - اور ایک کتاب فن زراعت پر " مزید الاموال با صلاح الاحوال " کے نام سے لکھی —

ماسٹر حسینی مدرسہ میں بچوں کی تعلیم پر مقرر تھے - تاریخ مغلیہ کا ترجمہ اردو میں کیا - تاریخ ایران (مولفۂ کو نور) کا اردو ترجمہ

بھی انہیں کا ہے - علاوہ ان کے میکناٹن کی شرع شریف ' قانون محمدی فوجداری(مولفۂ میکناٹن)' قانون وراثت اسلامی (مولفہ میکناٹن) ' سکیپ وتھ کے خلاصۂ قانون دیوانی' قانون فوجداری کے ترجمے انہیں کے قلم کے ممنون ہیں—

ہر دیو سنگھ منشی گری کی خدمت پر مامور تھے - بہت محنتی ' ہوشیار اور خلیق شخص تھے - رسالۂ پیمائش (دو حصوں میں) انہیں کی تالیف ہے جو بعد اصلاح مولوی قادر علی طبع ہوا - پروفیسر ڈیمورگن کی کتاب اصول حساب کا ترجمہ اردو میں کیا جس کی اصلاح منشی اشرف علی نے کی اور سوسائٹی نے طبع کرایا —

ماسٹر نور محمد تحتانی جماعتوں کے مدرس تھے - انھوں نے تاریخ بنگال اور تاریخ مغلیہ کا ترجمہ کیا - تاریخ مغلیہ کے ترجمے میں ماسٹر حسینی بھی شریک تھے —

مولوی حسن علی خان فارسی کے مدرس تھے ' بہت قابل اور ہوشیار شخص تھے - قانون مال' گلستان سعدی اور الف لیلہ (منتخب) کا ترجمہ اردو میں کیا - اور پرنسپل صاحب کی فرمائش سے کرۂ ارضی کا بھی ترجمہ کیا - یہ سب کتابیں سوسائٹی نے طبع کرائیں —

کالج کے بعض قدیم طالب علم

جس طرح درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے ' اسی طرح انسان اپنے کرموں سے اور ایک ادارہ اپنے کاموں سے جانچا جاتا ہے - دلی کالج کا پھل اس کے وہ سپوت ہیں جو اس کی آغوش میں پلے اور پھلے پھولے اور جنھوں نے علم کے اس نور سے جو ان کے سینوں میں مشتعل تھا اپنے ملک اور اپنی زبان کو جگمگا دیا - علم کے وہ پجاری آج ہماری زبان کے دیوتا ہیں -

اُن کے نام اردو زبان کی تاریخ میں روشن ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں جن کی جگمگاہٹ کبھی کم نہ ہوگی - وہ بھی کیا زمانہ تھا جب دلی کالج نیا نیا قایم ہوا تھا اور دلی کے شریف مگر غریب گھرانوں کے بھولے بھالے بچے جنھوں نے قدیم خیالات اور اخلاق اور آخری زمانے کے زوال یافتہ ماحول میں پرورش پائی تھی ' جوق جوق اس سرچشمۂ علم کے کنارے جمع ہو رہے تھے - وہ زمانے کی نیرنگیوں سے بے خبر اور اس دور کے انقلاب سے جو سروں پر منڈلارہا تھا نچنت اپنے شفیق استادوں کی زیر نگرانی ایک نئے مطالعے میں مصروف تھے - کلی کے کھلنے کی ایک آن ہوتی ہے جس میں وہ پھول بن جاتی اور اپنی معصومیت کو کھو کر زندگی کی نئی منزل میں جا پہنچتی ہے - لڑکپن سے نکل کر شباب کی سرحد میں پہنچنے کا ایک خاص وقت ہوتا ہے جب کہ بھولے پن کو خیر باد کہہ کر انسان کشمکش حیات کے ایک عجیب وغریب عالم میں جا پہنچتا ہے - یہی وقت ایک شوقین طالب علم پر گزرتا ہے جو دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنی کتابوں کے ورق اوتنے میں مصروف ہے' کہ اسی الٹ پلٹ میں دفعتاً اس کے دل کا قفل کھلتا ہے اور وہ اپنے سینے کو ایک نئی روشنی سے معمور اور اپنے آپ کو ایک نئے عالم میں پاتا ہے - یہ ایک عجیب وقت ہے جس کی کیفیت بیان کرنے سے زبان قاصر اور مصور کا قلم عاجز ہے - دلی کا لڑکا جس نے گھر کی چار دیواری اور پرانی روایتوں اور قصوں میں پرورش پائی ہے ' بغدادی قاعدہ' قرآن کی دوچار سورتیں یا ایک آدہ مذہبی رسالہ یا زیادہ سے زیادہ کریما ما مقیماں پڑھ کر اس قصر میں قدم رکھتا ہے جہاں زمانے کے بعض نباضوں نے آدم گری کا بیڑا اُٹھایا ہے - وہاں جاکر وہ نئی صورتیں ' نیا رنگ ' نئی بات چیت دیکھتا ہے ؛ اول اول ڈرتا' گھبراتا ' جھجھکتا اور

جھینپتا ہے اور پھر کچھ دنوں بعد یہی بھیانک مقام اس کا گہوارا ہو جاتا ہے - اب ایک وقت آتا ہے جب کہ مغربی علوم کی صدا اس کے کانوں میں اپنی کم زور مگر شیریں زبان کے ذریعے سے پہنچتی ہے- وہ جدید ہیئت کی کہانی سنتا اور علوم طبیعیات کے تجربے دیکھتا ہے - اس کے دل میں ولولہ، اور دماغ میں تلاطم پیدا ہوتا ہے اور پرانی روایتوں کی بنیاد متزلزل ہوتی ہے' اس کا شوق اور بڑھتا ہے اور لکچر کا ایک ایک لفظ کانوں سے سنتا نہیں' پیتا ہے' اس کی نظریں طبیعیات کے تجربے میں اس طرح گڑی ہوی ہیں کہ گویا وہ اسے نظروں ہی نظروں میں پیا جائے گا - اس کا انہماک اسے ایک اور ہی عالم میں لے جاتا ہے' اس کے تمام جسم میں مسرت کی ایک لہر دوڑنے لگتی ہے' دل اُمنگوں سے چھلکنے لگتا ہے' آنکھوں میں ایک روشنی پیدا ہوتی ہے جو چاند تاروں میں نظر آتی ہے نہ سورج میں - وہ روحانی مسرت ہے - کولمبس کو امریکہ پاکر وہ خوشی نہوی ہوگی جو اس طالب علم کو یہ نئی دنیا پاکر ہوی ہے - پہلے وہ طالب علم تھا اب عاشق ہے - پہلے وہ لیلی تھا اب مجنوں ہے - یہی عشق' یہی جنوں اُسے وہاں تک لے جاے گا جسے منزل مقصود کہتے ہیں- وہ کالج سے چل کر گھرجاتا ہے' اس کے قدم پڑتے ہیں لیکن اُسے کچھ معلوم نہیں کہ کہاں جارہا ہے' بازار میں بھیڑ لگی ہوئی ہے' کھوے سے کھوا چھلتا ہے' گھوڑے گاڑیاں' پالکیاں آرہی جارہی ہیں' شور و غل سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی' لیکن اس پر نہ دھکا پیل کا کچھ اثر ہے نہ لوگوں کے شور و غل کا - وہ نہ کچھ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے - اس کی آنکھوں میں وہی سما چھارہا ہے جو اس نے کالج میں دیکھا تھا' اس کے کانوں میں وہی آواز گونج رہی ہے جو اس نے کالج میں سنی تھی - وہ

گھر پہنچتا ہے اور نہایت بے تابی اور شوق سے اپنے بزرگوں کے سامنے سائنس کے عجائبات اور تجربے بیان کرتا ہے اور باغ باغ ہوا جاتا ہے۔ اس کے ماں باپ اس کی انوکھی باتیں سن سن کر سہمے جاتے ہیں اور دل ہی دل میں کہتے ہیں خدا خیر کرے اس کے لچھن تو اچھے نہیں معلوم ہوتے۔ اسے اس کی بھی پرواہ نہیں کہ اس نے کیا کہا اور وہ کیا سمجھے - وہ اپنے حال میں مگن ہے وہ اس عالم میں نہیں ' کہیں اور ہے - یہ تھی پہلی کرن آفتاب علم کی جس نے بھولے طالب علم کے صاف دل کو منور کردیا۔ یہ وہی نور ہے جو ہم تک پہنچا ہے اور پشت ہا پشت تک پہنچتا رہے گا ــــ

اب میں انہیں چند سپوتوں کا مختصر سا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ ان کے نام ہی اس بات کے سمجھنے کے لیے کافی ہیں کہ دلی کالج کیا چیز تھا اور اس نے کیا کام کیا - ماسٹر رام چندر ' شمس العلما ڈاکٹر نذیر احمد ' شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد ' شمس العلما مولوی محمد ذکاءاللہ ' شمس العلما ڈاکٹر ضیاءالدین یہ ایسے مشہور و معروف بزرگ ہیں کہ ان کے حالات بیان کرنا فضول ہیں - اردو داں لوگ ان کے حالات اور ان کے کارناموں سے بہت کچھ واقف ہیں - ہماری زبان پر ان کے ایسے احسانات ہیں کہ ہم کبھی بھول نہیں سکتے - مولوی نذیر احمد ' مولوی محمد حسین آزاد وہ لوگ ہیں جن کی تصانیف اردو زبان میں بہت بڑا درجہ رکھتی ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گی - مولوی ذکاءاللہ نے ریاضی کی تمام شاخوں پر ادنیٰ سے اعلیٰ درجے تک نیز تاریخ ' جغرافیہ ' اخلاق ' طبیعیات وغیرہ پر بے شمار کتابیں لکھی ہیں جو بجائے خود ایک چھوٹا سا کتب خانہ بن سکتی ہیں - مولوی ضیاءالدین بھی ایک بڑے عالم تھے اور کالج میں عربی پروفیسر ہوگئے تھے ' افسوس کہ ان کی یادگار سوائے رسوم ہند کے پہلے حصے کے

کوئی اور نہیں پائی جاتی ہے - لیکن اس میں بھی استاد کا کمال کہیں کہیں ضرور نظر آتا ہے - ماسٹر رام چندر ان سب میں سینیر اور قابل شخص تھے - ریاضی اور سائنس کے بڑے استاد تھے اور ریاضی کے فن میں بڑا نام پایا - افسوس لوگ انھیں بھولتے جاتے ہیں اس لیے میں یہاں ان کا مختصر سا ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں - ایک بات عجیب یہ ہے کہ ان سب حضرات نے نیز دیگر قدیم طلبہ نے تعلیم کے بعد زندگی مدرسی سے شروع کی - بہت سے آخر تک مدرس رہے اور بعض جو مدرسے دوسرے مدارج پر پہنچے وہ اگر چہ مدرس تو نہ رہے مگر عمر بھر معلم رہے اور اپنی تعلیم سے اہل وطن کو فائدہ پہنچایا کیے - یہ سب کالج کے سینیر اسکالر تھے - لیاقت کا وظیفہ پاتے تھے - مضمون نویسی میں ان سب نے انعام اور تمغے پائے اور پرنسپلوں کی رپوٹوں میں ان کی بڑی تعریف پائی جاتی ہے —

اب میں ماسٹر رام چندر کا تھوڑا سا حال بیان کرتا ہوں —

ماسٹر رام چندر سنہ ۱۸۲۱ ع میں پانی پت میں پیدا ہوے - ان کے باپ سندر لال دہلی کے باشندے اور کائستھ تھے اور دہلی میں نائب تحصیل داری اور تحصیل داری کی خدمتوں پر رہے - پانی پت اس وقت مستقر ضلع تھا —

سندر لال دفعتاً بیمار ہوئے اور سنہ ۱۸۳۱ ع میں انتقال کر گئے - ایک بیوہ اور چھ بیٹے چھوڑے ' جن کا کوئی ذریعۂ معاش نہ تھا - رام چندر کی عمر اس وقت نو سال کی تھی - ماں نے پالا پوسا اور ابتدائی تعلیم دلائی - شروع میں انھوں نے مکتب میں تعلیم پائی پھر سنہ ۱۸۳۳ ع میں انگلش اسکول میں داخل ہو گئے - اس وقت ہر طالب علم کو

دو روپیہ مہینہ دیا جاتا تھا اور درجۂ اول و دوم کے تمام طالب علموں
کو پانچ روپے ماہانہ وظیفہ ملا کرتا تھا - رام چندر بچپن ہی سے لکھنے
پڑھنے کے شوقین تھے - اس مدرسے میں چھ سال رہے اور خوب دل
لگا کر پڑھا —

ابھی ان کی عمر گیارہ ہی برس کی ہوگی کہ رواج کے مطابق شادی
ہوگئی - شادی ایک خوش حال کائستھ خاندان میں ہوئی تھی ' لیکن لڑکی
گونگی بہری تھی - شاید روپے کے لالچ میں (جیسا کہ ہمارے ہاں اکثر ہوتا
ہے) یہ عقد کر دیا گیا —

فکر معاش کی خاطر تعلیم چھوڑ کر محرری کی خدمت کرلی - اس وقت
ان کی عمر اٹھارہ سال کی تھی - دو تین سال نوکر رہے - سنہ ۱۸۴۱ ع میں
جب دلی کا مدرسہ کالج ہوگیا تو وہ پھر اس میں داخل ہوگئے - دو تین
سال جو تعلیم چھٹ گئی تھی تو انھیں بہت زیادہ محنت کرنی پڑی - انھوں
نے سینیر وظیفے کے مقابلے کی کوشش کی ' یہ وظیفہ تیس روپے ماہانہ کا
تھا ' مقابلے کے امتحان میں کامیاب ہوے - ان کے بھائیوں کو بھی وظیفہ
ملتا تھا - اس سے خاندان کی گذر ہوئی چلی جاتی تھی اور انھیں اس طرف
سے قدرے بے فکری ہوگئی تھی —

رام چندر تین سال تک ہر امتحان میں کامیاب ہوتے رہے - اٹھائیس
فروری سنہ ۱۸۴۴ ع میں کالج کے شعبۂ مشرقی میں پچاس روپے مشاہرہ پر
یوروپین سائنس کے مدرس ہوگئے - اس زمانے میں ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی
قائم ہوئی تھی ' انھوں نے اس کے لیے اردو میں الجبرا اور علم مثلث
(Trigonometry) پر کتابیں لکھیں - یہ کتابیں نصاب تعلیم کے کام آئیں '
جن سے مشرقی شعبے کے طلبہ کو بہت فائدہ پہنچا —

اسی زمانے میں ماسٹر رام چندر نے ایک ماہانہ رسالہ فوائدالناظرین کے نام سے نکالا جو بعد میں مہینے میں دو بار نکلنے لگا - اس میں اکثر علمی بحثیں ہوتی تھیں - ان نئے خیالات کو پڑھ کر لوگ ان کو بد مذہب اور ملحد کہتے تھے —

اس رسالے کے علاوہ انھوں نے ایک اور رسالہ " محب ہند " کے نام سے شایع کیا، لیکن اپنے شہر اور ملک والوں سے انھیں کچھہ مدد نہ ملی - البتہ انگریز افسروں نے امداد کی مثلاً سرجان لارنس جو اس وقت دهلی میں میجسٹریٹ تھے، ڈاکٹر راس (سول سرجن) ، مسٹر گبن (جج دهلی) ان رسالوں کے متعدد نسخے خریدتے تھے جس سے طبع کا خرچ نکل آتا تھا - لیکن حالات کچھہ ایسے بدل گئے کہ یہ رسالے بند کرنے پڑے اور پانچ سال چلانے کے بعد سنہ ۱۸۵۲ ع میں ان دونوں کا خاتمہ ہو گیا —

یہ بہت اچھے مدرس تھے اور اپنے شاگردوں پر بہت شفقت کرتے تھے اور بڑی محنت اور توجہ سے پڑھاتے تھے، انھوں نے محنت کر کے اس زمانے میں مشرقی زبانوں اور خاص کر عربی میں معقول استعداد پیدا کرلی تھی -

ماسٹر رام چندر کو ریاضی سے خاص لگاؤ تھا اور انھوں نے اپنے مطالعہ سے اس میں بہت کچھہ ترقی کرلی تھی - شروع میں ریاضیات کی کتابوں کے ترجمے کئے- اس سے ان کا ذوق اور بڑھ گیا - ان میں ایک ان کا جبر و مقابلہ ہے جو اس فن کی انگریزی کتابوں کی مدد سے تالیف کیا اور سوسائٹی نے طبع کرایا - اس کے علاوہ ایک رسالہ اصول علم مثلث بالجبر اور تراشہاے مخروطی میں اور علم ہندسہ بالجبر میں لکھا - سنہ ۱۸۵۰ ع میں جبکہ وہ مغربی سائنس کے مدرس تھے اور فوائدالناظرین نکالتے تھے انھوں نے اپنی کتاب کلیات و جزئیات (Maxima & Minima) شایع کی —

یہ کتاب کلکتہ میں چھپی - کلکتہ کے اخباروں اور رسالوں اور خاص کر کلکتہ ریویو نے اس پر مخالفانہ تنقید کی جس سے ماسٹر صاحب کو بہت مایوسی ہوئی —

سنہ ۱۸۵۱ ع کی تعطیلوں میں یہ کلکتہ گئے اور وہاں بعض دوستوں نے کلکتہ ریویو کی تنقید کا جواب لکھنے کا مشورہ دیا - انھوں نے جواب لکھا جو انگلش مین میں چھپا —

کلکتہ میں دہلی کالج کے سابق پرنسپل ڈاکٹر سپرنگر نے اُنھیں آنریبل ڈی بیتھیوں (D. Bethune) ممبر سو پریم کونسل و پریزیڈنٹ لا کونسل و کونسل آف ایجوکیشن سے ملایا - انھوں نے ماسٹر صاحب سے ان کی کتاب کا ایک نسخہ طلب کیا اور دو سو روپے پیش کئے —

ماسٹر صاحب نے یہ کتاب اپنے خرچ سے چھپوائی تھی جس کے لیے انھیں بہت تردد اور فکر کرنا پڑا اور قرض لینا پڑا - مسٹر بیتھیوں نے ان کی کتاب کے نسخے انگلستان میں متعدد اصحاب کے نام بھیجے جن میں سے ایک پروفیسر ڈی مارگن (A. De Morgan) ایف - آر - ایس' ایف - سی - پی - ایس- آف ٹرنٹی کالج کیمبرج' پروفیسر ریاضیات لندن یونیورسٹی تھے- پروفیسر مارگن نے اس کتاب کی بہت قدر کی اور کورٹ آف ڈائرکٹرز (ایسٹ انڈیا کمپنی) کی توجہ اس طرف مبذول کرائی اور (۲۴ جولائی سنہ ۱۸۵۶ ع کو) ان کے چیرمین کرنل سائیکس کو ایک خط اس بارے میں لکھا جو لفٹننٹ گورنر ممالک مغربی شمالی کو بھیج دیا گیا - پروفیسر موصوف نے اس خط میں ماسٹر رام چندر کی اس ایجاد کی بہت تعریف کی تھی اور یہاں تک لکھا تھا کہ رام چندر کی کتاب کے انتخابات اس ملک (انگلستان) کی ابتدائی تعلیم کے نصاب میں شریک کئے جائیں - غرض ایک مدت کی باھمی مراسلت کے بعد کورٹ آف ڈائرکٹرز کے معزز ممبروں نے ایک

خلعت پنج پارچہ اور دو ہزار روپیہ نقد بطور انعام ماسٹر رام چندر کے لیے منظور کیا - سنہ ۱۸۵۹ ع میں مسٹر ولیم ڈی آرنالڈ ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن نے دھلی میں ایک بڑا جلسہ منعقد کیا اور وہاں کے تمام امرا و شرفا اور عہدہ داروں کو اس شرکت کی دعوت دی - اس جلسے کا مقصد یہ تھا کہ "فضیلت پناہ" ماسٹر رام چندر کو ان کی علمی و تعلیمی خدمات حسنہ پر سرکار کی طرف سے خلعت عطا کیا جاے - چنانچہ یہ خلعت اور رقم اس جلسے میں ماسٹر صاحب کو عطا کی گئی ھے - اس کے علاوہ ماسٹر صاحب نے ایک اور کتاب شایع کی جس میں تفرقی احصا (Differential Calculus) کا ایک نیا طریقہ بیان کیا - اس پر پروفیسر کلانڈ (اڈنبرا یونیورسٹی) اور پروفیسر فشر (سین اینڈریوس) نے بہت اچھی راے کا اظہار کیا - ان کتابوں کے شایع ہونے سے ماسٹر رام چندر کی شہرت بڑھ گئی اور ان کے ایجاد کردہ طریقے یورپ اور ھندوستان کے کالجوں میں رائج ھو گئے —

غدر کے زمانے میں جو مصیبت ان پر نازل ھوئی اس کا سرسری ذکر پہلے آ چکا ھے - جنوری سنہ ۱۸۵۸ ع میں وہ نیٹو ھیڈ ماسٹر ٹامسن سول انجنیرنگ کالج کے مقرر ھوے - ستمبر ۱۸۸۵ ع میں دھلی ڈسٹرکٹ اسکول کے ھیڈ ماسٹر ھو گئے —

لیکن اس کے کچھ عرصے کے بعد ان کی صحت میں فرق آ گیا اور انھوں نے ۲۴ مئی سنہ ۱۸۶۲ ع کو عامی پنشن کی درخواست کی - غرض ایک طویل مراسلت اور واقعات و قواعد کی چھان بین کے بعد ایک سو پچیس روپیہ ماھانہ کی پنشن منظور ھوئی - اس کے بعد وہ پٹیالہ میں ناظم تعلیمات ھو گئے - وھاں سے بھی اسی قدر پنشن ملی —

عیسائی مذہب قبول کرنے کے بعد ان کا میلان مذہب کی طرف ہو گیا تھا - اس جھمیلے میں پڑ کر انھوں نے مذہبی بحث مباحثے کی کتابیں لکھنی شروع کردی تھیں جو ان کے شان کے شایاں نہیں تھیں - وفات سنہ ۱۸۸۰ ع میں ہوئی —

میں نے ماسٹر رام چندر کا ذکر کسی قدر تفصیل سے اس لیے کیا ہے کہ انھوں نے شروع سے آخر تک دہلی کالج میں تعلیم پائی تھی اور اس کالج کے طلبہ کے صحیح نمائندے تھے - وہ بہت سادہ مزاج تھے اور سادہ ہندوستانی کپڑے پہنتے تھے اور لوگوں میں بہت ہر دلعزیز تھے -

ان کے علاوہ اس کالج کے اور بھی بہت سے ایسے طالب علم ہیں جنھوں نے کالج میں اور کالج چھوڑنے کے بعد جہاں رہے امتیاز اور اعزاز حاصل کیا - چند صاحبوں کے نام اور مختصر حالات یہاں لکھے جاتے ہیں —

مسٹر پتمبر بھی کالج کے قابل طلبہ میں سے تھے - ماسٹر رام چندر کے ہم جماعت اور سینیر اسکالر شپ پاتے تھے - کالج سے سنہ ۱۸۴۵ ع میں انجینیری کی تعلیم کے لیے بھیجے گئے - یہ پہلے دیسی سول انجینیر تھے جو دہلی میں مقرر ہوے —

موتی لال دہلوی (کشمیری پنڈت) کالج کے نہایت ممتاز طلبہ میں سے تھے - انگریزی کی اعلی قابلیت رکھتے تھے - انگریزی مضمون نویسی میں گبنز اور سرتی متکاف کے میڈل حاصل کیے (سنہ ۱۸۴۹ و ۵۰ ع) - کالج میں سینیر اسکالرشپ پاتے تھے - ان کے وظیفے کی توسیع کے لیے گورمنٹ میں سفارش کی گئی تو منظوری دیتے وقت خصوصیت کے ساتھ اُن کے متعلق یہ الفاظ لکھے گئے تھے کہ وہ اس رعایت کا خاص طور پر مستحق ہے کیونکہ انگریزی زبان کی تحصیل میں اس نے نمایاں کامیابی حاصل کی

ہے اور اپنی فرصت کا وقت ترجمہ کرنے اور اُردو رسالوں کے اڈٹ (مرتب) کرنے میں صرف کرتا ہے۔ ختم تعلیم پر سنہ ۱۸۵۰ میں بورڈ آف ایڈ منسٹریشن لاہور کے فارسی مترجم ہو گئے تھے۔ کئی سال پنجاب گورمنٹ کے میر منشی رہے۔ حکام بالا دست اور گورمنٹ کی نظروں میں بہت اعتبار تھا۔ پھر اکسٹرا جوڈیشل اسسٹنٹ اور ڈسٹرکٹ جج ہو گئے تھے۔ اس آخری عہدے سے پنشن پائی اور گجرات (پنجاب) میں قیام پذیر ہو گئے۔ لاہور میں باسٹھ سال کی عمر میں انتقال کیا —

اگرچہ یہ ایسے محکمے میں چلے گئے تھے جہاں تعلیم و تعلم کا چرچا نہ تھا لیکن ان کا علمی شوق ہمیشہ قائم رہا۔ پلوٹارک کے تذکرۂ سسرو کا ترجمہ اردو میں کیا جو ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی کی طرف سے شایع ہوا۔ طالب علمی کے زمانے میں ایک تذکرۂ شعرا لکھا تھا۔ تعلیم نسواں اور صغر سنی کی شادی پر انگریزی میں دو رسالے لکھے۔ دو کتابیں مسمرزم کے موضوع پر انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کیں۔ اُردو فارسی میں بھی بڑی دستگاہ تھی' بسمل تخلص کرتے تھے۔ یہ اُن لوگوں میں سے ہیں جن پر دھلی کالج کو فخر ہے —

بھیروں پرشاد بھی بڑے قابل طالب علم تھے۔ کالج کی رپوٹوں میں جا بجا ان کی تعریف پائی جاتی ہے۔ سنہ ۱۸۶۶ ء میں انھوں نے لالہ وزیر سنگھہ کا وظیفہ (مالیتی ایک سو بیس روپے) مقابلے میں حاصل کیا۔ بی۔ اے کے امتحان میں پنجاب کے تمام طلبہ میں اول رہے۔ آرنلڈ گولڈ میڈل حاصل کیا۔ کالج ہی میں اسسٹنٹ پروفیسر ہوگئے۔ اپنے وقت میں بہت مشہور تھے —

پنڈت من پھول' ذات کے برھمن' دلی کے رھنے والے' کالج کے قدیم طلبہ میں سے تھے۔ غالباً مولوی ذکاء اللہ کے ہم جماعت اور ماسٹر رام چند ر

کے شاگرد تھے - کالج کی رپوٹوں میں ان کا ذکر تعریف کے ساتھہ آیا ھے۔ پنجاب گورمنٹ کے میر منشی ھوگئے تھے۔ انھیں کی سعی سے مولانا محمد حسین آزاد سررشتۂ تعلیم کے ڈائرکٹر کے دفتر میں اول اول پندرہ روپے کے ملازم ھوگئے تھے —

ماسٹر پیارے لال دھلی کے رھنے والے تھے - دھلی کالج میں تعلیم پائی اور ماسٹر رام چندر اور مولانا صہبائی کی شاگردی کا فخر حاصل کیا — بعد تکمیل تعلیم سررشتۂ تعلیم میں ملازمت کی - گڑگانوں اسکول کی ھیڈ ماسٹری کے بعد دھلی نارمل اسکول کی ھیڈ ماسٹری پر مامور ھوگئے - پھر سنہ ۱۸۶۴ء میں پنجاب گورمنٹ بک ڈپو کے کیوریٹر ھوے - بک ڈپو ٹوٹا تو مدارس کے انسپکٹر کے عہدے پر مقرر ھوے —

دھلی سوسائٹی جو ایک علمی اور ادبی انجمن تھی سنہ ۱۸۶۵ ع میں دھلی میں قائم ھوئی - یہ انجمن ماسٹر صاحب کی مساعی کی بہت کچھہ ممنون ھے - جب تک لاھور تشریف نہیں لے گئے وھی اس کے سکرٹری رھے - اس انجمن میں لکچر ھوتے اور مضامین پڑھے جاتے تھے اور علوم و فنون اور معاشرت و قانون وغیرہ پر مباحث ھوتے تھے - جب آپ دھلی سے بک ڈپو کی خدمت پر جانے لگے تو سوسائٹی کی جانب سے آپ کی خدمت میں ایک سپاس نامہ پیش کیا گیا جس پر دھلی کے سر برآوردہ عمائد اور سوسائٹی کے ارکان کے دستخط تھے۔ مرزا غالب نے اپنے دستخط کے ساتھہ یہ عبارت رقم فرمائی :—

" فقیر اسد اللہ خاں غالب کہتا ھے کہ جو بابو پیارے لال کی مفارقت کا غم و اندوہ ھوا ھے وہ میرا جی جانتا ھے - بس اب میں نے جانا کہ میرا دلی میں کوئی نہیں ھے " —

اُردو، فارسی، انگریزی کی اعلیٰ قابلیت رکھتے تھے۔ نہایت خلیق ملنسار معاملہ فہم اور سلیم الطبع شخص تھے، روا داری اور بے تعصبی ان کا شعار تھا —

ایک بار کسی کمیٹی کی شرکت کے سلسلے میں ماسٹر صاحب کو دھلی سے لاھور جانے کا اتفاق ھوا۔ میجر فلر اس زمانے میں سررشتۂ تعلیم کے ڈائرکٹر تھے۔ ماسٹر صاحب میجر فلر سے ملنے گئے تو انھوں نے لفظ ایجاد کی تذکیر و تانیث کا سوال کیا۔ ماسٹر صاحب نے میجر صاحب سے کہا کہ آپ کے دفتر میں ایک ایسا شخص موجود ھے جو زبان کا پورا ماھر ھے اور ایسے مسائل پر رائے دینے کا اھل ھے۔ چنانچہ آزاد بلائے گئے اور اُن سے وھی سوال کیا گیا۔ جواب سے میجر صاحب کا اطمینان ھوگیا اور مولانا آزاد کو بہت جلد ترقی مل گئی۔ خواجہ حالی مرحوم بھی لاھور بک ڈپو میں ماسٹر صاحب ھی کی سعی اور توسط سے پہنچے۔ اس کے علاوہ مرزا اشرف بیگ خاں اشرف، مولوی امو جان ولی، منشی درگا پرشاد نادر، مولوی سید احمد مولف فرھنگ آصفیہ، مرزا ارشد گورگانی وغیرہ کو لاھور میں لانے کے ماسٹر صاحب ھی باعث ھوے اور اس جماعت نے اُردو کی خدمت بڑی سرگرمی اور تن دھی سے کی اور اسی وقت سے پنجاب میں اُردو کا چرچا اور ذوق پیدا ھوا —

ماسٹر صاحب باوجود گوناگوں مصروفیتوں کے علمی اور ادبی خدمت بھی کرتے رھے۔ چنانچہ ذیل کی چند کتابیں ان کی تصنیف و تالیف سے ھیں —

۱ ۔ قصص ھند حصہ اول۔

۲ ۔ قصص ھند حصہ سوم۔

۴ - رسوم هند کا ابتدائی نصف حصہ۔

۵ - تاریخ انگلستان (کلاں)۔

۶ - دربار قیصری سنہ ۱۸۷۷ ع تالیف مسٹر ویلر کا ترجمہ۔

۷ - رسالۂ اتالیق کے اکثر مضامین۔

رسالۂ اتالیق پنجاب کے بھی ایڈیٹر رہے۔ سنہ ۱۹۱۴ع میں انتقال کیا * ـ

سری رام ایم - اے بھی کالج کے طالب علم تھے۔ پہلے سررشتہ تعلیم میں ملازم ہوے۔ اس کے بعد ریاست الور میں برسوں دیوان یا وزیر اعظم رہے۔ بہت منتظم اور نیک نام تھے ـــ

حکم چند دھلی کے رھنے والے بڑے ذھین اور قابل طالب علموں میں سے تھے۔ امتحانات میں ھمیشہ اعلیٰ درجے کی کامیابی حاصل کی۔ ایم - اے میں کلکتہ یونیورسٹی میں اول آے۔ حیدرآباد (دکن) میں ملازم ہوگئے تھے اور اعلیٰ خدمات پر فائز ہوے۔ قانون میں ان کی قابلیت مسلم تھی۔ ان کی تالیف Res Judicata نے بہت شہرت حاصل کی ـــ

نند کشور بی - اے دلی کے رھنے والے تھے۔ پنجاب میں انسپکٹر مدارس کے عہدے سے پنشن لی۔ کیفی صاحب (پنڈت برجموھن دتاتریہ) فرماتے ھیں کہ مجھ سے ملاقات تھی۔ کئی سال ھوے انتقال ھوگیا ـــ

ماسٹر کدارناتھ نے بھی دھلی کالج میں تعلیم پائی۔ گورمنٹ ھائی اسکول میں سکنڈ ماسٹر ھوگئے۔ راے صاحب کدار ناتھ سابق سشن جج نے بھی اسی کالج میں تعلیم پائی۔ بڑے عہدے پر پہنچے لیکن اس سے بڑھ کر ان کی سب سے بڑی اور قابل تعریف یادگار رامجس کالج ھے جو بڑی کامیابی سے

---

* ماسٹر صاحب مرحوم کے اکثر حالات ھمیں حضرت کیفی دھلوی سے معلوم ھوے ـــ

چل رہا ہے - تعلیمی معاملات میں بڑی دل چسپی ہے- ہندو کالج ٹوٹتے ٹوٹتے انھیں کی بدولت بچ گیا -

پیر زادہ محمد حسین ایم - اے' (سیشن جج) اور خواجہ محمد شفیع ایم - اے (وظیفہ یاب جج سمال کاز کورٹ) دونوں اسی کالج کے متعلم ہیں - دونوں نے نام پایا - پیر زادہ صاحب کا ترجمہ سفر نامہ ابن بطوطہ بڑی قابل قدر چیز ہے - اس پر جو جا بجا انھوں نے نوٹ لکھے ہیں ان سے ان کی وسعت نظر اور علمی قابلیت کا اندازہ ہوتا ہے - خواجہ صاحب نے بھی متعدد کتابیں لکھی ہیں —

میر ناصر علی اڈیٹر صلاے عام بھی دلی کالج ہی کے طالب علم ہیں -

مدن گوپال (ماسٹر پیارے لال کے چھوٹے بھائی) دھلی کالج ہی کے طالب علم تھے لیکن کالج ٹوٹنے کے بعد کلکتہ یونیورسٹی سے ایم - اے' کامیاب ہوے - الہ آباد کی سند وکالت (ہائی کورٹ) بھی حاصل کی - دھلی میں وکالت شروع کی - پھر ولایت سے بیرسٹر ہوکر آے اور لاہور میں وکالت کرنے لگے - اپنے وقت میں پنجاب کے سر برآوردہ وکیل سمجھے جاتے تھے - کئی قانونی کتابیں لکھیں Punjab Tenancy Act اور Revenue Act وغیرہ - پروفیسر جیوانز کی منطق کا اردو میں ترجمہ کیا - پنجاب یونیورسٹی کے قیام میں ڈاکٹر لائٹنز کے بڑے معین و معاون تھے —

ماسٹر جانکی پرشاد ذات کے برھمن تھے' بعد میں عیسائی ہوگئے اور ان کے نام کے ساتھہ ریورنڈ لکھا جاتا تھا - برسوں سینٹ سٹیفن ہائی اسکول دھلی میں ہیڈ ماسٹر رہے - لایق شخص تھے —

دھرم نراین (ابن بشن نراین) کالج کے نہایت قابل اور ذہین طلبہ میں سے تھے - پولیٹکل اکانومی (معاشیات) کا ترجمہ اردو میں کیا - کچھہ حصہ

تاریخ انگلستان کا بھی ترجمہ کیا - دونوں کتابیں اسی زمانے میں سوسائٹی نے چھاپ دی تھیں —

شیونراین بھی کالج کے بہت ہونہار اور قابل طالب علموں میں سے تھے - تذکرۂ دیواس تھینیز (پلوتارک) کا ترجمہ اردو میں کیا - ہندوستان کا ایک جغرافیہ اردو میں لکھا - ارنوت کے رسالۂ عام طبیعیات کا ترجمہ بشرکت سروپ نراین کیا -

مولوی کریم الدین بھی کالج کے طالب علم تھے - پانی پت کے رہنے والے تھے پھر دلی ہی میں بس گئے اور ایک مطبع قایم کرلیا - ان کی متعدد تالیفات ہیں جن میں سے بعض اب بھی مشہور ہیں - بہت جفاکش اور قابل شخص تھے اور مدرسہ کی تربیت اور تعلیم نے ان میں علمی ذوق اور تالیف کا شوق پیدا کردیا تھا - ان کی بعض تالیفات یہ ہیں -

١ - تعلیم النسا - لڑکیوں کی تعلیم پر جس میں آٹھ باب ہیں -

٢ - گلستان ہند - (جس میں کئی باب ہیں - قصے ' نصائح ' منتخب اشعار وغیرہ) —

٣ - تذکرۂ شعراے ہند جس کا دوسرا نام طبقات شعراے ہند ہے - یہ گارساں دتاسی سے ماخوذ ہے - اس کی تالیف میں ڈاکٹر فلین بھی شریک تھے - علاوہ ترجمہ کے انھوں نے مختلف تذکروں سے بھی حالات جمع کر کے اضافہ کئے -

٤ - گلدستہ نازنیناں - یہ شعراے ہند کے کلام کا انتخاب ہے -

٥ - تذکرۃ النسا - اس میں نامور عورتوں کے تذکرے ہیں -

٦ - ترجمۂ ابوالفدا - اول و دوم چہارم و پنجم جلد کا ترجمہ اردو میں ڈاکٹر سپرنگر کی فرمائش سے کیا -

٧ - تاریخ شعراے عرب سوسائٹی کے لئے لکھی اور سنہ ١٨٤٧ع میں

طبع ہوئی —

ان کے علاوہ اور بھی کئی رسالے ان کی تالیف سے ہیں -

ان کے علاوہ پنڈت کاشی ناتھ ' آتما رام ' لچھمن داس وغیرہ کالج کے مشہور طلبہ میں سے تھے جن کا ذکر کالج کی رپورٹوں میں آتا ہے -

---

خاتمہ

یہ ہے مختصر روداد مرحوم دہلی کالج کی - کالج نہیں رہا مگر اس کا کام زندہ ہے - اردو زبان و ادب کے سنوارنے اور بنانے میں جو خدمت اس نے کی ہے وہ کبھی فراموش نہیں ہوسکتی - ہم اپنی زبان کو اس وقت جو ترقی یافتہ صورت میں دیکھتے ہیں اس پر بالواسطہ یا بلاواسطہ اس کا بہت کچھ اثر ہے- یہ پہلی درسگاہ تھی جہاں مغربی علوم کی تعلیم اردو زبان کے ذریعے سے دی جاتی تھی - ایک صدی پہلے اس کا خیال آنا اور اس پر عمل کرنا غیر معمولی ہمت کا کام تھا - اس وقت بھی یہی اعتراض کیا جاتا تھا جو اب کیا جاتا ہے کہ اردو زبان میں اتنی سکت نہیں کہ وہ مغربی علوم اور جدید سائنس کے بار کی متحمل ہوسکے- اس وقت یہ اعتراض بہت کچھ بجا تھا مگر ان لوگوں نے ہمت نہیں ہاری ' لکچروں کے ذریعے ' کتابیں ترجمے کر کر کے اپنا کام جاری رکھا اور جس اصول پر کام شروع کیا گیا تھا اسے صحیح ثابت کر کے دکھا دیا - وہ زبانیں جن کا آج دنیا میں طوطی بول رہا ہے اور جن کے خزانے علم و ادب سے معمور ہیں ان کی نسبت بھی چند صدی پہلے یہی کہا جاتا تھا جو آج ہماری زبانوں کے متعلق کہا جاتا ہے - حقیقت یہ ہے کہ ہر زبان میں ہر قسم کے خیالات

کے ادا کرنے کی قوت موجود ہے بشرطیکہ ادا کرنے کے لیے کوئی خیال بھی دل میں ہو اور بے لوث اور پر جوش کام کرنے والے بھی ہوں - ہمارے ملک میں دلی کالج اس کی سب سے پہلی اور کامیاب نظیر ہے جس کے بعد کسی دلیل و حجت اور تجربے کی ضرورت باقی نہیں رہتی - اور یہی وہ پہلی درس گاہ تھی جہاں مغرب و مشرق کا سنگھم قائم ہوا - ایک ہی چھت کے نیچے' ایک ہی جماعت میں مشرق و مغرب کا علم و ادب ساتھ ساتھ پڑھایا جاتا تھا - اس ملاپ نے خیالات کے بدلنے ' معلومات کے اضافہ کرنے اور ذوق کی اصلاح میں جادو کا سا کام کیا اور ایک نئی تہذیب اور نئے دور کی بنیاد رکھی اور ایک نئی جماعت ایسی پیدا کی جس میں سے ایسے پختہ ' روشن خیال اور بالغ نظر انسان اور مصنف نکلے جن کا احسان ہماری زبان اور ہماری سوسائٹی پر ہمیشہ رہے گا - اگر دلی کالج نہ ہوتا تو کیا ماسٹر رام چندر' مولانا آزاد ' مولانا نذیر احمد 'مولوی ذکاءاللہ ' ماسٹر پیارے لال جیسے لوگ پیدا ہو سکتے تھے ؟ یہ اگر دلی کالج میں نہ ہوتے تو کیا ہوتے ؟ اس میں قیاس دوڑانے کی بہت کچھ گنجائش ہے - لیکن میں اس کا بار آپ پر ڈالنا نہیں چاہتا اور خود انہیں میں سے ایک بزرگ کا قول نقل کرتا ہوں - مولانا نذیر احمد ایک جگہ لکھتے ہیں کہ اگر میں دلی کالج میں داخل نہ ہوتا تو کیا ہوتا - وہ اپنے خاص انداز میں فرماتے ہیں کہ :

معلومات کی وسعت' رائے کی آزادی ' تاریشن (در گزر) 'گورمنٹ کی سچی خیر خواہی ' اجتہاد علی بصیرۃ یہ چیزیں جو تعلیم کے

عہدہ نتائج ہیں اور جو حقیقت میں شرط زندگی ہیں اُن کو میں نے کالج ہی میں سے سیکھا اور حاصل کیا اور اگر میں کالج میں نہ پڑھا ہوتا تو بتاؤں کیا ہوتا - مولوی ہوتا تنگ خیال ' متعصب ' اکھل کھرا ' اپنے نفس کے احتساب سے فارغ ' دوسروں کے عیوب کا متجسس ' بر خود غلط

ترک دنیا بمردم آموزند
خویشتن سیم و غلہ اندوزند

مسلمانوں کا نادان دوست ' تقاضاے وقت کی طرف سے اندھا بہرا '' صم '' بکم '' عمی '' فہم لا یرجعون ما اصابنی من حسنۃ فی الدین او فی الدنیا فمن الکالج '' —

یہ کالج اس جدید عہد میں ہماری تہذیب و علم کی ترقی کے سلسلے میں ایک ایسی کڑی ہے جو کبھی جدا نہیں ہو سکتی - گو ہم اپنی غفلت یا ناشکری سے اس کا نام بھلا دیں مگر اس کا کام نہیں بھلا سکتے - کیوں کہ اتنی مدت کے بعد بھی ہم اُسی رستے کی طرف عود کررہے ہیں جس پر وہ گام زن تھا - وہی طریقے اختیار کر رہے ہیں جو اس نے کیے تھے اور انھیں اصولوں پر کار بند ہورہے ہیں جو اس نے قائم کیے تھے - گویا پوری ایک صدی کے بعد اس مرحوم نے جامعۂ عثمانیہ کی جون میں دوبارہ جنم لیا ہے اور اس بھولی ہوئی داستان کو پھر تازہ کردیا ہے —

اب یہ ارباب جامعہ کا فرض ہے کہ اس قدیم سنت کو زندہ رکھیں ' اپنی زبان کی جڑیں مضبوط کریں ' مغربی علوم کو اپنی زبان کے ذریعے سے پھیلائیں - جدید سے جدید علم کے پڑھانے اور تحقیقات کرنے کا

سامان بہم پہنچائیں - مشرقی زبانوں کی تعلیم صحیح اصولوں پر دیں تاکہ بجائے اس کے کہ ہم اپنی زبانوں کی تحصیل کے لیے یورپ جائیں اہل یورپ ان کی تکمیل کی خاطر ہمارے پاس آئیں - نئی چیزوں اور نئے خیالات کے لیے ہمیشہ دروازہ کھلا رکھیں - ہمارے پرانے طریقۂ تعلیم میں جو عیوب تھے وہ خارج کریں مگر اس کی خوبیوں کو رواج دیں تاکہ طلبہ میں علم کا سچا شوق اور تحقیق و تلاش کی لگن پیدا ہو - نہ اپنے اسلاف سے شرمندہ ہوں - اور نہ جدید علمی ترقی سے در ماندہ —

Anjuman -i- Tarraqqe -i Urdu Series No. 75

The Late Delhi College

BY

MOULVI ABDUL HAQ, B. A. (ALIG.)

—:o:—

PRINTED AT THE " ANJUMAN URDU PRESS ".

AURANGABAD (DECCAN)

1933